ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
یکم ستمبر ۱۹۶۷ء
۲۵ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مَلَآئِکَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّکْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَنَادَوْا: هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ، فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا، فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ: مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَكَ وَیُکَبِّرُوْنَكَ وَیَحْمَدُوْنَكَ، وَیُمَجِّدُوْنَكَ فَیَقُوْلُ: هَلْ رَاَوْنِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ۔ فَیَقُوْلُ: کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ کَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِیْدًا، وَاَکْثَرَ لَكَ تَسْبِیْحًا. فَیَقُوْلُ: فَمَا ذَا یَسْاَلُوْنَ؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: یَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ۔ قَالَ: یَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا۔ قَالَ: یَقُوْلُ: فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا کَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْهَا حِرْصًا، وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَاَعْظَمَ فِیْهَا رَغْبَةً۔ قَالَ: فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ: قَالَ یَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ، قَالَ: فَیَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْهَا. فَیَقُوْلُ: کَیْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْهَا کَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ: فَیَقُوْلُ: فَاُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ: یَقُوْلُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَآئِکَةِ: فِیْهِمْ فُلَانٌ لَیْسَ مِنْهُمْ، اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِکَةً سَیَّارَةً فُضَلَآءَ یَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّکْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِیْهِ ذِکْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ، وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰی یَمْلَؤُا مَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ السَّمَآءِ الدُّنْیَا، فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَی السَّمَآءِ فَیَسْاَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِی الْاَرْضِ: یُسَبِّحُوْنَكَ، وَیُکَبِّرُوْنَكَ، وَیُهَلِّلُوْنَكَ، وَیَحْمَدُوْنَكَ وَیَسْاَلُوْنَكَ۔ قَالَ: وَمَاذَا یَسْاَلُوْنِیْ؟ قَالُوْا: یَسْاَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ۔ قَالَ: وَهَلْ رَاَوْا جَنَّتِیْ؟ قَالُوْا: لَا اَیْ رَبِّ: قَالَ: فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْا جَنَّتِیْ؟ قَالُوْا وَیَسْتَجِیْرُوْنَكَ قَالَ: وَمِمَّ یَسْتَجِیْرُوْنِیْ؟ قَالُوْا: مِنْ نَارِكَ یَا رَبِّ۔ قَالَ: وَهَلْ رَاَوْا نَارِیْ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْا نَارِیْ؟ قَالُوْا: وَیَسْتَغْفِرُوْنَكَ؟ فَیَقُوْلُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، وَاَعْطَیْتُهُمْ مَا سَاَلُوْا وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ: یَقُوْلُوْنَ: رَبِّ فِیْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ اِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ فَیَقُوْلُ: وَلَهٗ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا. کہ خدا تعالےٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے۔ جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے۔ جو ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ بس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو پالیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو آواز دیتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف چلے آؤ (پس وہ فرشتے آجاتے ہیں) اور اپنے پروں سے آسمان دنیا تک ان ذاکرین کو گھیر لیتے ہیں (جب وہ فرشتے واپس ہوتے ہیں) تو ان سے ان کا رب دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ حضور نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں. کہ وہ تیری پاکی اور تیری کبریائی بیان کر رہے تھے۔ اور تیری تعریف میں مصروف تھے اور تیری عظمت بیان کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا۔ وہ جواب دیتے ہیں. بخدا انہوں نے نہیں دیکھا حق تعالیٰ کہتا ہے۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو؟ آپ نے فرمایا۔ فرشتے کہتے ہیں۔ اگر وہ تجھے دیکھ لیتے وہ تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ بزرگی بیان کرتے اور بکثرت تیری پاکی بیان کرتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ کیا چیز مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے جنت مانگ رہے تھے، خدا فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں بخدا اے رب انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا، خدا فرماتا ہے، کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو؟ آپ نے فرمایا وہ کہتے ہیں۔ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی رغبت و حرص اور بڑھ جاتی اور جنت کی طلب اور زیادہ ہو جاتی۔ اور اس کی رغبت شدت کے ساتھ ہوتی آپ نے فرمایا۔ پھر خدا پوچھتا ہے۔ کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے. تو کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ نہیں بخدا انہوں نے دوزخ نہیں دیکھا، حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ بھاگتے۔ اور بہت زیادہ خوف زدہ ہوتے آپ نے فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا آپ نے فرمایا (یہ سنکر) فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے۔ کہ اس جماعت میں ایک فلاں شخص تھا جو ان میں سے نہیں تھا۔ اپنی حاجت کے لئے آیا تھا خدا فرماتا ہے وہ ذاکرین ایسے جلیس ہیں۔ کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں کیا جاتا۔

(باقی صلا پر ۱۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۲۵ رجمادی الاول ۱۳۸۷ھ بمطابق یکم ستمبر ۱۹۶۷ء | شمارہ ۱۷

پاک عرب دوستی کو مستحکم بنائیے

۲۴ر اگست کو متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جمال ناصر نے قاہرہ میں پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر شریف الدین پیرزادہ سے بند کمرے میں ملاقات کی اور ان سے کہا کہ "مشرق وسطیٰ کے حالیہ بحران میں پاکستان نے عربوں کی کھل کر جو حمایت کی تھی اس پر وہ ان کی جانب سے صدر ایوب، حکومتِ پاکستان اور پاکستانی عوام کا شکریہ ادا کریں۔ مزید برآں صدر ناصر اور مسٹر پیرزادہ نے پاکستان اور عرب جمہوریہ کے تعلقات کو مزید مستحکم کرنے اور اسرائیلی جارحیت کے نشانات مٹانے کے لئے دونوں ملکوں کے درمیان تعاون بڑھانے کی تدبیروں پر بھی کامیاب بات چیت کی"۔

مندرجہ بالا خبر سے صاف ظاہر ہے کہ متحدہ عرب جمہوریہ اور پاکستان کے تعلقات میں واضح اور خوشگوار تبدیلی پیدا ہو گئی ہے اور وہ تمام شکوک جو صدر ناصر کے دل میں پاکستان کی مختلف حکومتوں کے طرزِ عمل اور سابقہ خارجہ پالیسی کے نتیجے میں راسخ ہو چکے تھے ایک ایک کرکے ختم ہو رہے ہیں۔ یقیناً یہ ایک خوش آئند اور نیک فال ہے جس کی وجہ سے انشاء اللہ عرب ممالک اور پاکستان کے درمیان روابط مضبوط سے مضبوط تر ہو جائیں گے — باہمی محبت و یگانگت کی فضا ہموار ہو گی۔ اور اس طرح اسلامی ممالک کے اتحاد کا سہانا اور روح پرور خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائے گا — لیکن بدقسمتی سے ملک کی ایک جماعت جو اپنے اوپر اسلامی ہونے کا لیبل بھی لگائے ہوئے ہے صدر ناصر کے خلاف زہر اگلنے اور بے بنیاد الزامات عائد کرنے میں مصروف ہے اور اس کا وظیفۂ حیات ہی یہ بن گیا ہے کہ صدر ناصر کو ہر آن صلواتیں سنائے اور عربوں کے معائب و نقائص کا ڈھنڈورا پیٹ کر دانستہ یا نادانستہ طور پر یہودیوں اور مغربی سامراج کی وکالت کرے۔ ظاہر ہے اس موقع پر جب کہ متحدہ عرب جمہوریہ اور پاکستان کی حکومتیں اپنی باہمی شکر رنجیوں اور ماضی کی عارضی اور اغیار کی پیدا کردہ تلخیوں کو ختم کرکے ایک دوسرے سے گلے مل رہی ہیں اور شکوک و شبہات کی فضا صاف ہو رہی ہے کسی پاکستانی جماعت کا ملک میں اور بیرونِ ملک صدر ناصر اور عربوں کے خلاف وسیع پیمانہ پر پروپیگنڈا کرنا ممالک عربیہ اور پاکستان کے درمیان کشیدگی کو ہوا دینے، جذباتِ منافرت کو فروغ دینے، ان ممالک کے درمیان بڑھتے ہوئے تعلقات کی راہ میں رکاوٹ بننے اور شکوک و شبہات کی آبیاری کرنے کے مترادف ہے چنانچہ اس کا جتنی جلدی سدِ باب کیا جائے اتنا ہی ملک و ملت کے لئے مفید ہوگا اور اس سے اسلامی ممالک کے درمیان اتحاد کی راہ ہموار ہوگی۔

ہو سکتا ہے کہ آزادئ رائے کے حق میں بزعم خویش دعویدار ہماری اس رائے سے اختلاف کریں مگر ہم ملک کے وسیع تر مفاد اور اسلامی اتحاد کے عظیم مقصد کے سامنے اس اختلاف کو پرِ کاہ کے برابر وقعت دینے کو تیار نہیں — اختلافِ رائے اگر نیک نیتی پر مبنی ہو تو کوئی بڑی بات نہیں لیکن اگر اس کے پس پردہ سازش اور ملک و ملت کے مفاد کو ڈائنا میٹ کرنے کا منصوبہ پرورش پا رہا ہو تو اس کا نوٹس نہ لینا بھی دانش مندی اور فرض شناسی نہیں۔ چنانچہ یہ حقیقت صاف طور پر سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اگر صدر ناصر سے اختلاف رکھنے والے اور عربوں پر بزدلی اور بے حیائی اور اسلام سے دوری یعنی کفر تک کے الزامات عائد کرنے والے نیک نیت ہوتے اور اسلامی درد کے پیشِ نظر اضطراب محسوس کرتے تو وہ ان واقعات کو عربوں کی شامتِ اعمال قرار دے کر خاموش ہو جاتے اور ان کے حق میں شب و روز اللہ سے معافی اور فتح و نصرت کی دعائیں کرتے۔ ایسے آڑے وقت میں ان کے عیب نہ گنواتے۔ انہیں اسلام سے دوری اور کفر کے طعنے نہ دیتے بلکہ خوش اسلوبی، محبت و پیار اور دعوت کے حکیمانہ انداز میں ان سے مخاطب ہوتے اور اپنے آپ کو ان کی خیر خواہی اور امداد کے لئے ہمہ تن وقف کر دیتے۔ لیکن جہاں ناصر کے خلاف دلوں میں عناد کی آگ بھڑک رہی ہو اور عربوں سے مغربی سامراج اور اس کے ایجنٹوں کا انتقام لینا ہی منتہائے نظر ہو وہاں صرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے صدر ناصر اور عربوں کے خلاف اپنی شقاوتِ قلبی کا مظاہرہ کرتے پھریں اور عربوں کے حق میں ایک بھی کلمۂ خیر نہ کہیں — اس میں شک نہیں کہ عوام میں سے بھی بعض لوگ یہودی خبر رساں ایجنسیوں اور سامراجی ایجنٹوں کے مکروہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر بعید از حقیقت باتیں کہہ جاتے ہیں مگر وہ ناصر دشمنی کو وظیفہ حیات نہیں بناتے اور نہ ہی عربوں کو پانی پی پی کر کوستے ہیں بلکہ وہ ساتھ ہی ساتھ عربوں کے غم میں گھلتے، ان کے لئے دعائیں مانگتے اور ان کے جذباتِ محبت و خیرسگالی کا اظہار کرتے ہیں۔ جس سے ان کی نیک نیتی کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ ایسے حضرات کے سامنے اگر صحیح صورتِ حال رکھی جائے تو وہ بات کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں اور طعن و تشنیع پر اصرار بھی نہیں کرتے۔ یہ طعن و تشنیع اور

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

گاہے گاہے باز خواں

مجلس ذکر

۲۲ ذیقعد ۱۳۷۴ھ ۱۴ جولائی ۱۹۵۵ء

عُجب اور اُس کا عِلاج

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ بوجہ علالت مجلس ذکر میں تشریف نہیں لا سکے تھے - اس لئے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس ذکر قارئین کے استفادہ کی خاطر دی جا رہی ہے - (ادارہ)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد :- عرض یہ ہے کہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں - ۱- جسمانی امراض - ۲- روحانی امراض - امراض جسمانی کا احساس مومن و کافر، مواحد و مشرک، نیک و بد - اللہ کے محب اور عدو ہر ایک کو ہوتا ہے - مثلاً بخار، دردِ سر، نزلہ زکام وغیرہ مواحد و مشرک سب کو ہوتا ہے - لیکن روحانی امراض کا احساس ہر مسلمان کو بھی قرآن کی تعلیم اور اولیاء کرام کی صحبت کے بغیر نہیں ہوتا مدت مدید تک اولیاء کرام کی صحبت نصیب ہو تو روحانی امراض شفا ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالے نے فرمایا ہے - وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ واصبر امر کا صیغہ ہے اور الامر للوجوب عندنا (اے عند الاحناف) یہ وہ حضرات ہیں - جن کی زندگی کا مقصد نہ زیب و زینت کرنا، نہ ڈگریاں حاصل کرنا، نہ گریڈ بڑھانا، نہ تجارت کو فروغ دینا اور نہ زمین کا رقبہ بڑھانا ہوتا ہے - وہ صرف یاد الٰہی اور خلق خدا کی اصلاح میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں - یہ ان کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے - جو شخص صبح و شام یاد الٰہی کرے گا - وہ باقی اوقات میں بھی اس سے غافل نہ رہے گا اگر گنا دونوں طرف سے میٹھا ہوگا - تو درمیان میں سے بھی ضرور میٹھا ہوگا - وہ یہ نہیں کرتے کہ چونکہ فلاں شخص چیف انجنیئر ہے - اس لئے میں بھی چیف انجنیئر بن جاؤں فرماتے ہیں تیری آنکھوں کی ٹکٹکی اسی قسم کے اللہ والوں کو لگی رہے -

قرآن کی صحبت میں روحانی امراض کا علم ہو جاتا ہے - جن کا قرآن حال ہو - ان کی صحبت میں یہ امراض دور ہو جاتے ہیں - بعض صرف صاحب قال ہوتے ہیں - ہر ایک صاحب حال نہیں ہوتا بعض حضرات جامع ہوتے ہیں

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی مرحوم جامع تھے - جب حدیث شریف کا سبق پڑھاتے تھے - تو بڑے بڑے عالم اور فاضل سبق میں شرکت کو اپنے لئے باعث سعادت خیال کرتے تھے - حضرت مولانا عبد اللہ صاحب فاروقی مرحوم فرماتے تھے کہ میں جب حج کے لئے گیا تو حضرت شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں پہلے ہی موجود تھے میں جب مدینہ منورہ گیا - تو مجھے لینے کے لئے شہر سے باہر تشریف لائے - میں نے عرض کی - کہ حضرت کیسے تشریف لائے - فرمانے لگے - تمہیں کیوں بتلاؤں - کہ کس لئے آیا ہوں - تھوڑی دیر بعد فرمانے لگے "پان دان گم کر آئے ہو نہ" میں نے جب عرض کی کہ حضرت ملے گا بھی تو فرمایا ہاں ہاں مل جائے گا وہ ماضی کا - اور یہ حال کا کشف ہے

کافر و مشرک تو بجائے خود رہے مسلمانوں کو بھی تعلیم قرآن کے بغیر امراض روحانی کا احساس نہیں ہوتا - وہ بیمار ہوتے ہیں مگر بیماری کا احساس نہیں ہوتا - مرنے کے بعد احساس ہوگا -

کبر، عجب، حسد، جاہ طلبی اور زر طلبی وغیرہ امراض روحانی ہیں - جن کا احساس علم دین پڑھنے کے بعد بھی نہیں ہوتا - جب تک کامل کی صحبت میسر نہ آئے کامل کی صحبت میں امراض روحانی سے انسان شفایاب ہو جاتا ہے اس لئے کسی نے کہا ہے

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

آج میں عجب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - عجب کو فارسی میں خود پسندی کہتے ہیں - اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر کام کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھا جائے - اللہ کے فضل کا نتیجہ نہ سمجھے - مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں - کہ اگر کسی شخص کے بیٹے پر قتل کا مقدمہ بن جائے - اور اللہ تعالے کے فضل سے وہ بری ہو جائے - تو اس کے بے دین لواحقین یہ نہیں کہتے کہ مقدمہ تو بڑا سخت تھا مگر اللہ تعالے کے فضل سے لڑکا بری ہو گیا - بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ مقدمہ بڑا سخت تھا - مگر ہم نے بھی روپیہ پانی کی طرح بہا دیا - وکیل جو مقدمہ کی پیروی کے لئے کھڑا کیا گیا - سارے پنجاب بلکہ پاکستان میں اس کا جواب نہیں ہے لائل پور اور لاہور کو ہم نے ایک کر دیا اگر صبح لائل پور تھے - تو شام کو لاہور - اگر دن لاہور میں گزرا تو رات لائل پور میں بسر کی - اللہ کا نام درمیان میں کہیں نہیں آیا - حالانکہ روپیہ جو پانی کی طرح بہایا گیا تھا وہ کہاں سے آیا؟ یہ اللہ کے فضل سے ملا تھا - صحت جسمانی جس کی بناء پر لاہور اور لائل پور کو ایک کر دیا تھا - وہ بھی تو اللہ کا فضل ہے - عقل، بینائی غرضیکہ جو کچھ بھی ہے سب اللہ کا فضل ہے - ہمارا کچھ بھی نہیں - حتٰی کہ ہمارا وجود بھی اپنا نہیں ہے -

فضل کے معنی یہ ہیں - کہ ہم نے اللہ کو کچھ نہیں دیا - اور اس نے ہم کو سب کچھ دیا اور مفت دیا - مندرجہ بالا مقدمہ قتل کے متعلق اللہ والے یہی کہیں گے - کہ مقدمہ تو بڑا سخت بن گیا تھا - مگر اللہ نے فضل کر دیا

میری ذاتی رائے ہے - کہ عجب میں ایک طرح کی شرک کی بو آتی ہے - اللہ کے فضل سے اپنی طرف منسوب کرنا شرک ہے ارشاد ہے - اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ یعنی اللہ تعالے کے سوا کوئی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا -

آئندہ کے لئے احباب سے عرض کرتا ہوں - کہ عجب سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کریں - اللہ تعالے مجھے اور آپ کو عجب سے بچائے عجب کیوں ہو؟ جب سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے - ہمارا درمیان میں کچھ نہیں - اگر ہمیں تنخواہ ملتی ہے - تو یہ اللہ کا فضل ہے اگر زمیندار گھر میں دانے لائے تو وہ یہ کہے کہ اے اللہ یہ تیرا فضل ہے

عجب عمل کو کھا جاتا ہے - اسی قسم کے لوگوں کے متعلق اللہ تعالے کا ارشاد ہے -

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

۱ر جمادی الاوّل ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۵ر اگست ۱۹۶۷ء ۱۶

عفوو درگذر کو شعار بنائیے

اور

مخلوقِ خدا سے حُسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئیے!

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الّذین اصطفٰی : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:-

وَ سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ (آل عمران ع ۱۴)

ترجمہ: اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حدیث پاک میں بھی اہلِ فضل و احسان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کریں گے تو ایک اعلان کرنے والے سے اعلان کروائیں گے کہ آؤ کہاں ہیں بزرگی اور عظمت والے لوگ؟ اس اعلان کو سن کر کچھ لوگ اٹھیں گے اور تیزی سے جنت کی طرف چل پڑیں گے۔ راستے میں فرشتوں سے ملاقات ہوگی وہ ان سے پوچھیں گے کہ اے لوگو! آخر کیا بات ہے کہ آپ لوگ بڑی تیزی سے جنت کی طرف جا رہے ہیں، آپ میں کیا خصوصیت ہے؟ اس پر وہ لوگ فرشتوں کو بتائیں گے کہ ہم لوگ چونکہ اہلِ فضل و احسان ہیں اس لئے جنت میں بھیجے جا رہے ہیں اس پر وہ فرشتے سوال کریں گے کہ اہلِ فضل و احسان ہونے کا مطلب کیا ہے؟ اس پر وہ لوگ بتائیں گے کہ دنیا میں جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا، ہم کو ستایا جاتا تھا، ہم سے برا برتاؤ کیا جاتا تھا تو ہم لوگ اس کو سہہ لیا کرتے تھے۔ اسی بناء پر آج ہم لوگوں کو جلد جنت میں داخل ہونے کا اعلان فرمایا گیا ہے۔ واقعی ایسے عمل کرنے والوں کا اجر بڑا ہی اچھا ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ ظلم و ستم پر صبر کرنے والے اور مخلوقِ خدا سے حسنِ سلوک سے پیش آنے والے اہلِ فضل و احسان ہیں اور یہ لوگ محبوبِ بارگاہِ الٰہی ہیں جس کی وجہ سے جلد جنت میں داخل ہوں گے

ارشاداتِ نبوی ﷺ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ حساب کتاب کے لئے اکٹھے ہوں گے تو پہلے کچھ لوگ ایسے آئیں گے جن کی گردنوں پر تلواریں ہوں گی اور خون کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جنت کے دروازے پر ان کا ہجوم ہو رہا ہوگا۔ دوسرے لوگ یہ شان دیکھ کر دریافت کریں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اس پر لوگوں کو بتلایا جائے گا کہ یہ لوگ شہید ہیں جو زندہ تھے ان کو رزق دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد اعلان ہوگا کہ خداوند تعالیٰ پر جن لوگوں کا اجر اور ثواب آتا ہے وہ لوگ اپنا اپنا اجر حاصل کرنے کے لئے جنت میں داخل ہوتے جائیں۔ اس پر ایسے بہت سے لوگ اٹھ بیٹھیں گے جو لوگوں کا قصور معاف کر دیا کرتے تھے اور جو لوگ ان کے حقوق مار لیا کرتے تھے وہ ان کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ پھر اسی طرح اور بھی اعلان ہوں گے اور اسی قسم کے ہزاروں لوگ جنت میں بے حساب داخل ہوں گے۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آج دنیا میں جو انسان کسی مسلمان کی کوئی مصیبت یا پریشانی دور کرائے گا اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اس کی مصیبت اور پریشانی دور فرمائے گا اور جو آج دنیا میں کسی تنگ دست اور تنگ حال سے اس کی تنگ دستی اور تنگ حالی دور فرمائے گا۔ اور جو انسان اس دنیا میں کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ اُس کے عیب پر دنیا اور

آخرت میں پردہ ڈالے گا اور انسان جب تک کسی اپنے مسلمان بھائی کو سہارا دینے میں لگا رہتا ہے خداوند تعالیٰ اس کو سہارا دینے میں لگے رہتے ہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس کی ضرورت میں چلنا دس سال اعتکاف کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ رضاء الٰہی کی نیت سے ایک دن کے اعتکاف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے تین خندقوں (کھائیوں) جتنا دور فرما دیتے ہیں اور ہر خندق کی لمبائی اتنی ہوتی ہے جتنی کہ آسمان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک۔

اسی طرح ایک اور مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری مسجد میں دو مہینہ اعتکاف کرنے سے کسی مسلمان بھائی کی کسی ضرورت میں چلنا زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی اپنے بھائی کے لئے اس کی ضرورت کے لئے نکلا اور اس کو پورا کر کے چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرما دیتے ہیں کہ وہ اس شخص کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں اور اس سلسلہ میں جتنے بھی قدم اٹھتے ہیں ہر قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

آپؐ کا فرمان ہے کہ جو انسان اپنے کسی بھائی کے لئے اس کے کام میں جاتا ہے تو اس کو اپنے گھر سے جانے اور آنے میں ہر قدم پر ستر نیکیاں ملتی ہیں اور ستر گناہ معاف ہوتے ہیں۔ پھر اگر اس نے اُس کام کو پار لگا دیا تو گناہوں سے اس طرح پاک کر دیا جاتا ہے کہ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک ہوا کرتا ہے۔ اور اگر اسی دوران میں موت آ جائے تو بے حساب جنت میں جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص مسلمانوں کے گھرانوں میں سے کسی گھرانے میں خوشی داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کر کے ہی راضی ہوگا۔ اور جو شخص کسی مظلوم کا حق دلاتے گا اللہ تعالیٰ .... قیامت کے روز پل صراط پر اُس کے پاؤں کو جمائے رکھے گا یعنی پار لگائے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کا کام اس لئے کر دیا تاکہ خوش ہو جائے تو اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مصیبت کے مارے پریشان حال کی فریاد رسی کی تو اللہ تعالیٰ تہتر بخششیں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک بخشش کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کا سارا کام درست ہوتا ہے اور بہتر بخششیں اُس کو قیامت کے روز ملیں گی۔

حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ مخلوق خدا کی مثال اللہ تعالیٰ کے کنبے جیسی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں وہی شخص زیادہ پیارا لگتا ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

سیدالاولین والآخرین نے ایک دفعہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے سلسلہ میں بیان کرتے ہوئے بڑی اہمیت کے ساتھ بتایا کہ سنو! متوجہ ہو جاؤ! میں تم لوگوں کو وہ چیز بتلاتا ہوں جس کا درجہ نماز سے زیادہ بڑا ہے، جس کا درجہ روزہ سے زیادہ بہتر ہے۔ سنو! وہ چیز یہ ہے کہ جب کبھی دو مسلمانوں میں نااتفاقی اور ناچاقی ہو جایا کرے تو تم لوگ ان کے درمیان صلح کروا دیا کرو۔ تمہارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری نماز اور روزہ سے زیادہ بہتر شمار ہوگا۔

محترم حضرات! ان اخلاق حمیدہ کے ساتھ ساتھ اپنے ایمان کی سلامتی کے لئے بھی دعا فرماتے رہا کریں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا پچھتر سالہ تجربہ ہے کہ ایمان اللہ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے اور اللہ کے فضل ہی سے باقی رہتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے علماء اور لوگوں کے ایمان غارت ہوتے ہوئے دیکھے ہیں۔ نیکی اور علم پر غرور و گھمنڈ کرنے سے ایمان کے ختم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ جس طرح پھل لگنے سے درخت کی شاخیں جھک جاتی ہیں اسی طرح انسان کو نیکی اور علم کا پھل لگنے سے عاجزی و انکساری اختیار کرنی چاہئے اور خوف خدا دل میں پیدا کرنا چاہئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر انسان کے اندر خوفِ خدا ہے تو یہ فرشتوں سے بھی زیادہ افضل ہے۔ اگر اس میں خوفِ خدا نہیں تو اس سے بڑھ کر درندہ، بے حیا اور کمینہ دوسرا کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے، کثرت سے یادِ خدا کرنے کی توفیق دے، صبر و شکر، عفو و درگذر، دوسرے مسلمانوں سے خیر خواہی کا جذبہ دے اور ہمیں اہل فضل و احسان کے زمرے میں محسوب فرمائے۔ آمین یا اِلٰہ العالمین!

نعت

راجہ عبدالمجید اظہر — لیہ

معطر معطر فضائے مدینہ
نرالی، نرالی ادائے مدینہ

خراماں خراماں چلی آ رہی ہے
ہے پُر لطف کتنی ہوائے مدینہ

منوّر، مزیّن مدینے کی گلیاں
کہ پھیلی ہوئی ہے ضیائے مدینہ

مدینہ کے والی سے میں بھیک مانگوں
الٰہی بنا دے گدائے مدینہ

تیرا آسرا ہے مجھے یا الٰہی
کہ راس آئے مجھ فضائے مدینہ

ثناخواں حبیبِ خدا کا ہے اظہر
زباں پر ہے ہر دم ثنائے مدینہ

مولانا عبید اللہ سندھیؒ

اتحاد عالم اسلامی کے علمبردار

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۷۲ء میں سیال کوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے ۱۸۸۹ء میں اظہار اسلام کیا مختلف عربی مدارس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیو بند سے تکمیل کی۔ وہیں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی توجہ میں آگئے اور ان کے سیاسی مسلک سے منسلک ہوگئے یہ وہ زمانہ تھا جب ہمارے اہل فکر و سیاست کسی نہ کسی قسم کی بین الاسلامیت کے قائل تھے۔ مولانا شیخ الہند ترکی خلافت کو بین الاسلامیت کا مرکز مانتے تھے۔ اسی زمانہ میں یورپ کی مختلف اقوام دنیا کو مختلف سیاسی حلقوں میں تقسیم کرکے اپنے تصرف میں لا چکی تھیں ان میں سب سے وسیع حلقہ دولت برطانیہ کا تھا۔ جس کی حکومت دنیا کے بہت بڑے خطے پر تھی اس کی طاقت کا سب سے بڑا مرکز برعظیم ہند تھا۔ دوسرے درجہ پر فرانس تھا۔ جس کے قبضے میں افریقہ کا بہت بڑا رقبہ تھا پرتگیز بھی افریقہ کے اچھے خاصے حصے پر قابض تھے۔ جرمنی کی طاقت ابھر رہی تھی۔ لیکن اُسے پھیلنے کے لئے جگہ نہ ملتی تھی۔ ادھر ایشیا میں جاپان ایشیائی اقوام کا لیڈر بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

یورپ کے سیاسی فکر میں قومیت کا تصور ایک خاص مقام حاصل کر چکا تھا۔ چنانچہ یورپ میں قومی حکومت کا وجود تسلیم کیا جا چکا تھا۔ اس کا اثر دنیا کے اور علاقوں پر بھی پڑ رہا تھا۔ مسلمانوں میں ابھی اس کا اثر بہت دھیما تھا۔ جب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے سیاسی افکار نے بلوغ حاصل کیا۔ وہ اپنے محترم اساتذہ کے خیالات سے متاثر ہو کر بین الاسلامیت کے قائل ہو چکے تھے۔ اسی پروگرام کے تحت وہ کابل میں کام کرنے کے لئے ۱۹۱۵ء میں گئے۔ لیکن وہاں جاکر بیرونی دنیا کے مطالعہ کرنے سے ان کی آنکھیں کھلیں۔ اور انہیں افکار میں تبدیلی کرنی پڑی۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے کابل جاکر جب بین الاقوامی سیاست کا مطالعہ کیا۔ تو انہیں یقین ہوگیا کہ بین الاسلامیت کا خواب اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا جب تک اسلامی ممالک پر یورپی طاقتوں کا قبضہ ہے۔ اور اسلامی ممالک کو ان کے سربراہوں۔ بادشاہوں کے ذریعہ سے ایک وحدت میں جمع کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ سب کے سب یورپ کے زیر اثر ہیں مسلم ممالک کو یورپ کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے ہر ملک میں جدوجہد کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک ملک قومی حکومت اور قومی امامیت کا تصور قبول کرلے اور براعظم ہند برطانوی قبضے سے آزاد ہو۔ اس کے لئے بھی ضرورت محسوس ہوگی کہ ہند کو ایک برعظیم مان کر اور ایک زندہ اکائی تسلیم کرکے جدوجہد کی جائے۔ چنانچہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے قومی ریاست کا تصور قبول کرلیا۔ لیکن وہ اس تصور کو "مسلمان" بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ یعنی ان کا قومیت کا تصور یہ بن گیا۔ کہ ہر ایک اسلامی ملک کی مالک ایک ایک قوم ہے جس کا وجود اسلام کے ساتھ وابستہ ہے چنانچہ کابل کے قیام کے دوران ایک سیاستدان نے آپ سے پوچھا کہ آپ مسلمان پہلے ہیں۔ یا ہندوستانی؟ تو آپ نے جوابی سوال پوچھا کہ تم اپنے باپ کے بیٹے پہلے ہو یا ماں کے؟ ظاہر ہے کہ اس تمیز کا کوئی حیاتیاتی وجود نہیں ہے اس طرح میں ایک ہی وقت میں اسلام کا فرزند بھی ہوں۔ اور ہند کا بھی۔ میں ہند پر اس لئے قبضہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں دین اسلام کو غالب کروں جو کامل ترین اور بلند ترین انسانیت کا ترجمان ہے۔ سیاستدان مذکور اس کا جواب نہ دے سکا۔ غرض یوں مولانا عبید اللہ سندھیؒ ایک طرح کی اسلامی قومیت کے قائل ہوگئے۔ حالانکہ یورپ کا تصور قومیت اس سے کچھ الگ قسم کا ہے۔

مولانا شیخ الہند کے تحت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو اسلام کا جس قدر مطالعہ کرنے کا موقع ملا اس نے عام اسلام سے قدرے مختلف رنگ اختیار کیا۔ ان کے مطالعہ اسلام پر قرن اول و عہد نبویؐ کے اسلام کا رنگ غالب تھا۔ چنانچہ انہوں نے سیاسیات پر ایک بین الاقوامی اسلامی ریاست کا تصور قائم کرلیا۔ جو اپنی ابتدائی شکل و صورت میں بین الاسلامی فیڈریشن ہوگی۔ اور جس کا مرکز مکہ میں ہوگا یا مدینہ منورہ میں۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے اسلامی مطالعہ کی انتہا یہ تھی۔ کہ انہوں نے شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۷۰۳-۱۷۶۲) کو اپنے مذہبی افکار کا امام مان لیا اور ان کی سیاست اقتصادیات، معاشیات، معاشریات، افکار لطیفہ، خصوصاً فلسفہ اسلام اور فلسفہ تاریخ کو تقریباً کلی طور پر تسلیم کرلیا۔ اور ساری عمر انہی کے فلسفے کے مطالعہ اور نشر و اشاعت میں صرف کردی۔ اس فلسفے کے مطابق مولانا سندھیؒ سیاست میں انفرادیت اور اجتماعیت کے امتزاج کے قائل تھے۔ اور ایک بلند درجے کی جمہوریت کے دلدادہ تھے۔

اقتصادیات و معاشیات میں معاشی عدل کے قائل تھے۔ جس کا صحیح ترین تصور امام ولی اللہ نے دیا ہے۔

اخلاقیات میں وہ امام صاحب کے نظریہ عدالت کے قائل تھے۔ جس کے تحت تمام اخلاق انسان کے نوعی تقاضوں کے مظہر قرار پاتے ہیں۔

فلسفہ عالیہ میں وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ جس کی تشریح ایسی کرتے تھے۔ جو صحیح معنوں میں سائنٹفک ہے۔ اور اسلام کے بلند ترین خیالات کی ترجمان ہے۔

وہ تاریخ انسانیت کی بھی اس تشریح کو صحیح تسلیم کرتے ہیں جو امام ولی اللہ نے کی ہے۔ اور قرآن حکیم کی تصریحات کے عین مطابق ہے۔ اس سلسلے میں ان کا کمال وہاں نظر آتا ہے۔ جہاں وہ تاریخ اسلام اور تاریخ ہند کی ترجمانی کرتے ہیں۔

وہ امام ولی اللہ دہلویؒ کی پیروی میں تمام اسلامی تعلیمات کی بنیاد انقلاب کو سمجھتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے۔ کہ اسلام کی تاریخ نہ صرف دنیا کے اور مذہبوں کی کی تاریخ سے نمایاں طور پر الگ نظر آتی ہے۔ بلکہ دور حاضر میں بھی اسلامی تعلیمات

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

قاری فیوض الرحمٰن بی۔اے (امتیازی)، ایم۔اے

نزولِ مصائب کی وجوہات

(۲)

یہ طوفان بادوباراں، زلزلے، قحط سالیاں اور یہ سیلاب ہم مسلمانوں کی بد اعمالیوں کا نتیجہ ہیں۔ کبھی تو یہ مصائب اس لئے آتے ہیں۔ کہ ان بندوں کے درجات بلند کردیئے جائیں ایسا معاملہ صالحین کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی یہ جھنجھوڑنے کی خاطر آتے ہیں۔ کہ ان مصیبتوں کی وجہ سے تنبیہ کردی جائے شاید کہ یہ بندے اپنی غفلت و معصیت کی زندگی سے باز آجائیں۔ اور کچھ مصیبتیں حکومتوں پر آتی ہیں جو بعض اوقات زوال کا سبب بن جاتی ہیں۔ اس موقع پر مولانا سعید احمد صاحب (فاضل دیوبند) ایم۔اے کی کتاب "مسلمانوں کا عروج و زوال" کا ایک اقتباس پیش کردینا مناسب ہوگا، جو انہوں نے اپنی کتاب کے صد ۳۴۶ کے خاتمہ پر لکھا ہے اور یہ اس وجہ سے بھی موزوں ہے کہ مصائب پر لکھتے ہوئے بعض فقرے عروج و زوال کے بھی لکھ دیئے گئے: "جب تک مسلمان اسلام کے قوانین فطری پر عمل پیرا رہے، وہ برابر ترقی کرتے رہے، لیکن جب ان میں اسلامی روح مضمحل ہونے لگی تو اُن میں تنزل بھی پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ اس کی رفتار دفعی نہیں بلکہ تدریجی تھی۔ ہر گناہ کی ایک خاصیت ہوتی ہے، جو جلد یا بدیر اس پر مرتب ہوتی ہے۔

ایک حکومت کا عظیم ترین گناہ یہ ہے کہ اس کے بادشاہ میں استبداد ہو، رعایا کی پروا ذرا نہ کرتا ہو، ملک کی آمدنی کو اپنے عیش و آرام پر خرچ کرنا اپنا حق سمجھتا ہو، اور اپنی ذاتی منفعت کو ملک کے عام مفاد پر بہرحال ترجیح دیتا ہو، جب کسی حکومت سے یہ گناہ سرزد ہوتا ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم تو اس کو اس گناہ میں جتنا جتنا انہماک بڑھتا جاتا ہے، اسی قدر وہ اپنی موت سے قریب تر آتی جاتی ہے۔ ایک بادشاہ ذاتی تعیش و آرام کی حد تک اگر فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ نظام مملکت سے غافل نہیں ہے۔ اور رعایا کے معاملات میں عدل و انصاف کا سررشتہ اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، قدرت ایسے بادشاہ سے درگزر کر سکتی ہے۔ اور تاریخ میں اس کی متعدد نظیریں موجود بھی ہیں، لیکن ظالم و جابر اور خود غرض و مطلب پرست حکومت کو برداشت نہیں کیا جاسکتا

اہل پاکستان کی آزمائش

تقسیم سے پہلے مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی، مفکرین اسلام نے اپنی تمام صلاحیتوں اور استعدادوں کو ایک الگ تھلگ خطہ حاصل کرنے پر صرف کردیا۔ اور پھر اہل اسلام نے بڑی بڑی قربانیاں دے کر اس خطہ زمین کو حاصل کیا۔ اور اس تمام تگ و دو اور گوناگوں قربانیاں دینے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے الگ الگ ایسا ملک ہونا چاہئے جس میں وہ پوری آزادی کے ساتھ اللہ کے دین پر خود چل سکیں۔ اوروں کو چلا سکیں، اور اسی وجہ سے عام نعرہ تھا "پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ" تقسیم پاکستان کے بعد جہاں ہم نے کئی میدانوں میں ترقی کی منزلیں طے کی ہیں۔ وہاں کئی کوتاہیاں اور غفلتیں بھی سرزد ہوئی ہیں۔ ہم اللہ سے وہ وعدہ پورا نہیں کرسکے جس کی خاطر ہم نے اللہ سے ملک مانگا تھا ہم پاکستانیوں کا فرض یہ ہے کہ اس ملک کو مذہبی لحاظ سے دُنیا کا سب سے بڑا ملک بنا کر دم لیں۔ اور دوسرے اسلامی ملکوں کی مصیبتوں سے سبق سیکھیں کہ کہیں ہم ہی نشانہ نہ بن جائیں۔

گزشتہ اوراق میں، میں نے بعض مسلمان حکومتوں پر جو تنقید کی ہے اس کا مقصد دوسروں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دینا نہیں ہے۔ بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ خدائے ارحم الراحمین تو ظالم ہے نہیں، اس بنا پر جو ہمارے اوپر ادبار مسلط ہے۔ وہ یقیناً ہمارے گزشتہ اعمال کا ثمرہ ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اپنی ان تمام بدعملیوں کا جائزہ لیں۔ جو ہم نے تاریخ کے عہد ماضی میں کی ہیں، کیونکہ ظاہر ہے کہ کسی مسلمان حکومت کا گناہ تنہا اس حکومت کا نہیں بلکہ پوری قوم کا گناہ ہے۔ اور اپنی بد عملیوں کا جائزہ لینے کے بعد بارگاہ ایزدی میں صدق دل سے توبہ کرکے آئندہ کے لئے عہد صمیم کریں کہ ہم پھر ان گناہوں کا ارتکاب نہیں کریں گے۔ ہمیں چاہئے کہ اس عہد و پیمان کے ساتھ اپنے تنزل کی ویرانیوں کو عروج و اقبال کی آبادیوں میں تبدیل کر دینے کے لئے سرفروشانہ طور پر اُٹھیں، راہ عمل ہمارے لئے متعین ہے، حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لَنْ يَصْلُحَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُهَا (او کما قال)۔ اس امت کا آخر انہیں طریقوں سے اصلاح یاب ہوگا۔ جن سے اس امت کے اول کی اصلاح ہوئی تھی"۔

لہٰذا ہم پاکستان میں رہنے والے مسلمانوں کا یہ اوّلیں فرض ہے۔ کہ ہم خدا کی اس بڑی نعمت کا شکریہ ادا کریں، اپنے نعرے کو عمل میں لائیں، اور اس خدا کا شکریہ ادا کریں جس نے ۱۹۶۵ء میں ہماری گوناگوں مصیبتوں اور نافرمانیوں کے باوجود ہمیں ہندو بنیوں کے ہاتھوں رسوا نہیں کیا، بلکہ اپنی طرف سے خصوصی نصرت و اعانت

(باقی صد ۱۸ پر)

میرا ایمان

قرآن کی محبّت اور انگریز سے نفرت

امیرِ شریعت کے قلم سے

میں سمجھتا ہوں کہ زندگی کے تجربوں اور مشاہدوں نے میرے ان دو جذبوں میں بلا کی شدّت اور حرارت پیدا کر دی ہے۔ محبّت اور نفرت کے یہ دو زاویے ایسے ہیں کہ جن دماغوں میں ان کا سودا ہو۔ پابہ زنجیر ہندوستان میں جیل خانہ زندگی کے سفر کا ایک ایسا موڑ ہے جہاں کبھی طلب کے خیال سے رکنا پڑتا ہے، کبھی فرض کی کشاکش لے آتی ہے اور کبھی جستجوئے منزل کا تقاضا پہنچا دیتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اب جیل خانے کی "آبرو" پہ بوالہوسوں نے پیش دستی شروع کی ہوئی ہے اور ع :-

"جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں"

لیکن ۱۹۲۲ء کی تحریکِ خلافت کے زمانہ قید طلب پر غور کرتا ہوں تو نگاہوں میں ایک تصویر سی کھنچ جاتی ہے۔

میانوالی ڈسٹرکٹ جیل میں احباب کی ایک یادگار بزم میں سب اہلِ ذوق، اہلِ نظر، اہلِ دل اور اہلِ علم جمع تھے۔ مولانا احمد سعید دہلوی حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ عبدالمجید سالکؔ دربارِ اکبری کا سبق دیتے، مولوی ضیاء اللہ کی تپی تلی باتیں گفتگو میں رس پیدا کرتیں۔ صوفی اقبال پانی پتی کے "اشلوک" خدا کی پناہ؟ عبداللہ چوڑی والے کی ٹکسالی گالیاں تبرک کی طرح تقسیم ہوتیں اور آصف علی کھلتے تو پھولوں کے تختے بچھ جاتے ——— جی خوش کرنے کے لئے مشاعروں کا بھی اہتمام ہوتا۔ شاعر طرحی و غیر طرحی کلام سناتے۔ کبھی سالک صدر ہوتا اور کبھی آصف اور کبھی ع

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

اختر علی خاں نے ایک دفعہ معرکہ کی غزل سنائی۔ سب لوٹ پوٹ ہو گئے۔ میرا ماتھا ٹھنکا، کچھ یاد سا آ گیا۔ میں نے اختر سے کہا۔ میاں مقطع کہو۔ وہ کسی قدر جھینپا۔ میں نے کہا۔ تو لو پھر مجھ سے سنو، مقطع تھا ؎

جو مے کشی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو
امیر مسجد جامع میں آج امام نہیں

سب ششدر رہ گئے۔ ارے امیر مینائی کی غزل اڑا لی۔ سوالات کی ایک بوچھاڑ ہونے لگی۔

اختر علی خاں مقطع کے ساتھ ہی بزم سے غائب ہو گئے۔ دو دن روٹھے رہے تیسرے دن بمشکل راضی کیا گیا۔ امیر مینائی کا دیوان ان کے تکیئے کے نیچے پڑا تھا میں نے اٹھایا تو غزل کا صفحہ ہی پھٹا ہوا تھا۔ جب طبیعت ذرا اور شگفتہ ہوئی تو مولانا ڈھول بجاتے، صوفی مرحوم تالی پیٹتا، داؤد غزنوی حال کھیلتے، کبھی اختر گاتا، کبھی سالک، کبھی تینوں، وہ رنگ بندھتا کہ در و دیوار جھومتے اور کائنات بھی جھک کر گوش بر آواز ہو جاتی ؎

اب کہاں لیکن وہ رنگا رنگ بزم آرائیاں
یعنی سب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

ہم میں سے کوئی رہا ہوتا تو سب بچوں کی طرح روتے، بلکتے اور با دلِ نخواستہ الوداع کہتے۔ مولانا احمد سعید رہا ہونے لگے تو ان کی گھگی بندھ گئی ——— آنسوؤں کے تاروں سے نغمۂ جدائی پھوٹ رہا تھا۔

اس قید کے علاوہ اور بھی کئی دفعہ قید ہوئے لیکن وہ رنگ کبھی پیدا نہ ہوا۔ پنجاب کی تو تقریباً سب جیلیں دیکھی بھالی ہیں لیکن ۱۹۳۰ء میں ڈم ڈم جیل ڈھاکہ کی زیارت بھی ہو گئی۔ وہاں افسروں سے ایسی ٹھنی کہ رہائی تک اکھاڑہ جما رہا۔ دوست زندانی مصائب سنانے لذّت محسوس کرتے تھے اور میں عیب۔ یہ اپنا اپنا زاویۂ نظر ہے میں ان مصیبتوں کو رسوا کرنے کا عادی نہیں۔ میرے لئے جیل خانہ صرف نقلِ مکانی ہے۔ اپنے گرد و پیش باغ و بہار فراہم کر لیتا ہوں اور قید یوں گذر جاتی ہے جیسے صحراؤں سے بادل۔

ایک شب جیل خانہ میں سورۂ یوسف کی تلاوت کر رہا تھا۔ چودھویں رات کا چاند آسمان پہ جگمگا رہا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ قرأت کی تاثیر میں ڈوب کر ٹھہر گیا ہے۔ ایک گھنٹہ اسی تلاوت میں گذر گیا۔ اتنے میں پنڈت رام جی لال سپرنٹنڈنٹ جیل نے پکارا۔ دیکھا وہ کھڑا ہے اور رخسار اس کے آنسوؤں سے تر ہیں۔ کہنے لگا۔ شاہ جی! خدا کے لئے بس کرو میرا دل اب قابو سے باہر ہو گیا ہے۔ اب مجھ میں رونے کی سکت نہیں ——— اللہ اللہ! یہ قرآن کی محبت کا اعجاز تھا۔

ایک دن گورنمنٹ انڈیا کا برطانوی نژاد ہوم ممبر معائنہ کے لئے آ پہنچا۔ میں بیٹھا ہوا کوئی کتاب دیکھ رہا تھا مجھ سے مخاطب ہو کر بولا "کہئے شاہ جی! آپ اچھے ہیں؟" میں نے کہا "خدا کا شکر ہے"۔ دوبارہ پوچھا۔ "کوئی سوال؟" — "میں صرف اللہ سے سوال کیا کرتا ہوں" یہ میرا جواب تھا۔ وہ فوراً بولا "نہیں، میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں"۔ "جی ہاں! آپ میرا ملک چھوڑ کر تشریف لے جائیے ———!" فوراً پلٹ گیا۔ اس واقعہ کو ۲۵ برس گذر گئے ہیں اور ربع صدی کے بعد انگریز خود کہہ رہا ہے کہ وہ جا رہا ہے۔ وہ جب یہاں رہنے پر مُصر تھا تو ہندوستان جیل خانہ تھا۔ اب وہ جانے کا اعلان کر رہا ہے تو ہندوستان آتش کدہ ہے۔ ع

کہ ہم نے انقلابِ چرخِ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں

میرے عقیدے میں اب دو چیزیں ہیں :-

"قرآن کی محبت اور انگریز سے نفرت"

مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی

حضرت آدم علیہ السلام

پیدائش آدم، فرشتوں کو سجدہ کا حکم شیطان کا انکار

اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کے خمیر تیار ہونے سے قبل ہی اس نے فرشتوں کو یہ اطلاع دی کہ عنقریب وہ مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہے جو "بشر" کہلائے گی۔ اور زمین میں ہماری خلافت کا شرف حاصل کرے گی۔

آدم کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا اور ایسی مٹی سے گوندھا گیا جو نت نئی تبدیلی قبول کر لینے والی تھی۔ جب یہ مٹی پختہ ٹھیکری کی طرح آواز دینے اور کھنکھنانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس جسد خاکی میں روح پھونکی اور وہ یک بیک گوشت پوست، ہڈی پٹھے کا زندہ انسان بن گیا اور ارادہ شعور، حس، عقل اور وجدانی جذبات و کیفیات کا حامل نظر آنے لگا۔

تب فرشتوں کو حکم ہوا کہ تم اس کے سامنے سربسجود ہو جاؤ۔ فوراً تمام فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی۔ مگر ابلیس (شیطان) نے غرور تمکنت کے ساتھ صاف انکار کر دیا۔

قرآن عزیز کی ان آیات میں واقعہ کے اسی حصہ کو بیان کیا گیا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ٥ (بقرہ آیہ ۳۴)

پھر (ایسا ہوا کہ) ہم نے آدم سے کہا۔ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو، جس طرح چاہو، کھاؤ پیو، امن چین کی زندگی بسر کرو۔ مگر دیکھو وہ جو ایک درخت ہے، تو کبھی اس کے پاس نہ پھٹکنا۔ اگر تم اس کے قریب گئے، تو (نتیجہ یہ نکلے گا کہ) حد سے تجاوز کر بیٹھوگے۔ اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو زیادتی کرنے والے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ٥

(اعراف آیہ ۱۱)

اور (دیکھو، یہ ہماری ہی کارفرمائی ہے کہ) ہم نے تمہیں پیدا کیا (یعنی تمہارا وجود پیدا کیا) پھر تمہاری (یعنی نوع انسانی کی) شکل و صورت بنا دی۔ پھر (وہ وقت آیا کہ) فرشتوں کو حکم دیا "آدم کے آگے جھک جاؤ"۔ اس پر سب جھک گئے مگر ابلیس کہ جھکنے والوں میں سے نہ تھا

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ ـــ تا ـــ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ٥ (حجر)

اور بلاشبہ یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا، جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے۔ اور ہم "جن" کو اس سے پہلے جلتی ہوئی ہوا کی گرمی سے پیدا کر چکے تھے۔ اور اے پیغمبر! جب ایسا ہوا تھا کہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا میں خمیر اُٹھتے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے، ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں (یعنی نوع انسانی پیدا کرنے والا ہوں) تو جب ایسا ہو کہ میں اُسے درست کر دوں (یعنی وہ وجود تکمیل کو پہنچ جائے۔) اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو چاہیئے کہ تم سب اس کے آگے سربسجود ہو جاؤ۔ چنانچہ جتنے فرشتے تھے سب اس کے آگے سربسجود ہو گئے۔ مگر ایک ابلیس۔ اس پر یہ بات شاق گذری کہ سجدہ کرنے والوں میں سے ہو۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ـ تا ـ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ٥ کہف آیت ۵۰)

اور جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا "آدم کے آگے جھک جاؤ" اور سب جھک گئے تھے مگر ابلیس نہیں جھکا تھا۔ وہ جن میں سے تھا۔ پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر (کہ تمہارا پروردگار ہوں) اسے اور اس کی نسل کو اپنا کارساز بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ دیکھو ظلم کرنے والوں کے لئے کیا ہی بری تبدیلی ہوئی

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ ـــ تا ـــ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ٥ (ص

اور وہ وقت یاد کرو جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا۔ میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔ بس جب ہم نے اس کو بنا سنوار لیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی تو سب فرشتے اس کے لئے سربسجود ہو گئے اور سب ہی نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ مانا، گھمنڈ کیا اور وہ (علم الٰہی میں پہلے ہی) کافروں میں سے تھا۔

سجدہ سے انکار کرنے پر ابلیس کا مناظرہ

اللہ تعالےٰ اگرچہ عالم الغیب اور دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے اور ماضی، حال اور استقبال سب اس کے لئے یکساں ہیں مگر اس نے امتحان و آزمائش کے لئے ابلیس (شیطان) سے سوال کیا۔

مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ (اعراف ۱۲)

کس بات نے تجھے جھکنے سے روکا جب کہ میں نے حکم دیا تھا۔

ابلیس نے جواب دیا۔

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ٥

(اعراف ۱۲)

کہا اس بات نے کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا، اُسے مٹی سے۔

شیطان کا مقصد یہ تھا کہ میں آدم سے افضل ہوں اس لئے کہ تو

نے مجھ کو آگ سے بنایا ہے — اور آگ بلندی و رفعت چاہتی ہے اور آدم مخلوق خاکی، بھلا خاک کو آگ سے کیا نسبت؟ اے خدا! پھر یہ تیرا حکم کہ ناری، خاکی کو سجدہ کرے کیا انصاف پر مبنی ہے؟ میں ہر حالت میں آدم سے بہتر ہوں۔ لہذا وہ مجھے سجدہ کرے نہ کہ میں اس کے سامنے سربسجود ہوں — مگر بدبخت شیطان اپنے غرور و تکبر میں یہ بھول گیا کہ جب تو اور آدم دونوں خدا کی مخلوق ہو، تو مخلوق کی حقیقت خالق سے بہتر خود وہ مخلوق بھی نہیں جان سکتی، وہ اپنی تمکنت اور گھمنڈ میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ مرتبہ کی بلندی و پستی اس مادہ کی بنا پر نہیں ہے جس سے کسی مخلوق کا خمیر تیار کیا گیا ہے بلکہ اُس کی اُن صفات پر ہے جو خالق کائنات نے اس کے اندر ودیعت کی ہیں۔

بہرحال شیطان کا جواب چونکہ غرور و کبر کی جہالت پر مبنی تھا، اس لئے اللہ تعالے نے اس پر واضح کر دیا کہ جہالت سے پیدا شدہ کبر و نخوت نے تجھ کو اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ تُو اپنے خالق کے حقوق اور احترام خالقیت سے بھی منکر ہو گیا۔ اس لئے مجھ کو ظالم قرار دیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ تیری جہالت نے تجھ کو حقیقت کے سمجھنے سے درماندہ و عاجز بنا دیا ہے پس تو اب اس سرکشی کی وجہ سے ابدی ہلاکت کا مستحق ہے اور یہی تیرے عمل کی قدرتی پاداش ہے۔

(باقی آئندہ)

فکر و تحقیق

فکر و تحقیق سے تحریک عمل ہوتی ہے
فکر و تحقیق سے ہوتے ہیں ضیاریز چراغ
فکر و تحقیق سے ملتی ہے خرد کو پرواز
فکر و تحقیق سے پاتے ہیں جلا قلب و دماغ
فکر و تحقیق سے لیں کام اگر اہل وطن
ان کو ہر گام پہ حاصل ہو فروغ اور فراغ

مضطر گجراتی

اب میں تھک گیا ہوں

حضرت شاہ جیؒ نے یہ خط ماسٹر تاج الدین انصاری صدر مجلس احرار اسلام کو جماعت کی مجلس عاملہ کے اجلاس کے موقع پر جو ۱۹۴۷ء میں لاہور میں ہوا لکھا تھا۔ اس مکتوب کو حصول آزادی کے بعد مجلس احرار کی پالیسی کی بنیاد قرار دیا جاتا رہا —

خان گڑھ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۷ء

برادر محترم المقام ماسٹر جی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملتان کی میٹنگ میں علالت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ بیماری بڑھتی گئی اور آخر غالب آ گئی۔ اس وقت میں نشست و برخاست بھی آسانی سے نہیں کر سکتا۔ تفصیل کیا لکھوں کہ کیا گذری۔ پھر محسن اور مہین سلمہٗ بیمار ہو گئے اور ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ ہم محسن سے تھوڑی دیر کے لئے ہاتھ دھو بیٹھے خیر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔ اب اس کی حالت اچھی ہے لیکن مہین بخار میں مبتلا ہے۔ رات تھی سالمہ سخت بخار میں تھی۔ یہ ہے میرا مختصر سا حال، اس وقت میں اپنے بچوں کی خدمت کے قابل بھی نہیں اور گھر میں کوئی دوسرا شخص بھی نہیں جو پرسش احوال کر سکے۔ اللہ تعالے کے سوا کوئی سہارا نہیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اللہ تعالے آپ کے اجلاس کو کامیاب بنائے اور آپ لوگ اپنی محنت کا پھل اٹھائیں۔ میں اپنے دل کی چند باتیں لکھ دیتا ہوں اگر معقول معلوم ہوں تو قبول کریں۔

لیگ سے ہماری سیاسی کش مکش ختم ہو چکی اور الیکشن کے ساتھ ہی ختم ہو چکی۔ اس وقت ایک قوتِ حاکمہ ہے عام مسلمانوں نے اس کو بنایا اور قبول کر لیا ہے۔ پاکستان نہ صرف مسلم لیگ کا بلکہ کانگرس کا تقسیم پنجاب کے اضافے کے ساتھ تسلیم کردہ معاملہ ہے جس پر حضور برطانیہ کی مہر ثبت ہے اس میں صرف مسلم لیگ کو ہدفِ ملامت بنانا آئینِ شرافت سے بعید ہے۔ اگر اچھا کیا تو کانگرس اور لیگ دونوں نے اور اگر بُرا کیا تو دونوں نے۔ اب پاکستان بن چکا اور تقسیم پنجاب کانگرس نے پیش کر کے مسلمانوں سے پاکستان کی بہت بڑی قیمت ادا کرائی اور ادا کرا رہی ہے اور نہ جانے کب تک سود در سود ادا کرنا پڑے گا۔

میری آخری رائے اب یہی ہے کہ ہر مسلمان کو پاکستان کی فلاح و بہبود کی باتیں سوچنی چاہئیں اور اس کے لئے عملی قدم اٹھانا چاہئے۔ مجلس احرار کو ہر نیک کام میں حکومت پاکستان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے۔ اور خلافِ شرع کام میں اجتناب۔ اصلاحِ احوال کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر الدّین النصیحۃ پر عمل پیرا ہونا چاہئے یہ ارشاد ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا۔

مجلس کا قیام و بقا بہرحال ایک شرعی امر ہے۔ تبلیغ اعتقادات صحیحہ اور تنقید رسوماتِ قبیحہ، اعلائے کلمۃ الحق، اعلان و بیان ختم نبوت، اظہار فضائل صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین مجلس کے فرائض میں سے ہے۔

خصوصاً اس دورِ لادینی میں جنسِ انسانی کی تمام مشکلات کے لئے شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو ہی حل پیش کرنا ہمارا وہ فریضہ ہے کہ اگر اس میں دار و رسن تک بھی رسائی ہو جائے تو الحمدللہ۔ اس لئے مجلس کے قیام و بقا کی بہرحال کوشش رہنی چاہیئے۔

اگر دوستوں کو یہ باتیں معقول نظر آئیں تو ان بنیادوں پر آئندہ زندگی کی عمارت استوار کریں ورنہ جیسے ان کی مرضی، میں کسی کی راہ میں حائل نہیں۔ اب میں تھک گیا ہوں ورنہ مفصل بھی لکھ سکتا تھا۔

غریب الدیار — عطاء اللہ شاہ بخاری

★

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

ایک نیا بل

(گزشتہ سے پیوستہ)

۴۔ سود عام ہو رہا ہے۔ خصوصاً بنک ڈاک خانہ انشورنس بونڈ کا جو طرح طرح کے عذابات کو کھینچ لانے والا ہے۔ قانون بنوانا ضروری ہے کہ "ہر نقد یا قرض پر زیادہ ملنے کا معاہدہ فلاں سزا کا مستحق ہے"۔ بنک کے ہر معاملہ کی جائز صورت معلوم کی جاسکتی ہے

۵۔ جوا خصوصاً ریس بونڈ معمہ جات انشورنس جو ملک و قوم کی تباہی کے ذریعے ہیں۔ قطعاً بند کئے جانے ضروری ہیں۔

۶۔ بے پردگی مخلوط تعلیم مخلوط ملازمتیں اور بدکاریوں کے تمام ذرائع جو قوم کو گھن لگا رہے ہیں۔ مسدود ہونے ضروری ہیں۔

۷۔ رشوت عام ہو رہی ہے۔ لاکھوں کروڑوں تک پہنچ رہی ہے۔ انٹی کرپشن ناکام رہا مگر اصل سبب پر غور نہیں کیا۔ ایسا قانون بن جائے تو اس کا سلسلہ ختم ہوسکتا ہے جس کا کام ہفتہ یا ۱۵ روز تک انجام نہ پائے وہ ایک درخواست فلاں افسر کو ایک فلاں وزیر کو دے اس کے بعد ہی ۱۵ روز تک کام نہ ہو تو وزیر اعظم کو اطلاع دے اور ہر افسر کو ماتحت سے بازپرس اور سزاؤں کا سخت قانون ہو۔ اور اطلاع دے کر ثابت کرنے والے کو انعام مقرر کیا جائے

۸۔ بدکاری بدمعاملگی دھوکہ بازی عیاری مکاری کے اڈوں اور کارپردازوں کے لئے سزائیں اور پولیس کے انتظام نہ کرنے کی رپورٹ پر اس کو سزا کا قانون ہو۔

۹۔ چوری ڈاکہ قتل کی واردات کثرت سے ہوتی ہیں اور پتہ نہیں چلتا ملزم پر انعام اس کی کوشش و سفارش پر سزا اور ان کاموں کی سخت سزائیں بلکہ اسلامی سزائیں ضروری ہیں اور جس پولیس کے حلقہ میں سال میں ایک دفعہ بھی پیش آئے اور برآمد نہ ہو۔ اس کو معطل کرنے کا قانون ہو۔

۱۰۔ گرانی ملک سے باہر مال جانے سے ہوتی ہے۔ سمگلروں کی فہرست بن کر پولیس فوج خفیہ افسران سے تاکید کی جائے اور ایک بار بھی دسترس ہو جانے پر عمر بھر کی قید کا قانون سخت پابندی کے ساتھ ہو۔ اب تک ناکامی کا سبب چھاپہ ماروں کی تعداد کی کمی یا رشوت ہے۔ ہاں ملک کی ضرورت سے زائد مال ہونے پر باہر بھیجنے کے پرمٹ دئے جاسکتے ہیں۔

۱۱۔ دولت دوسرے ملکوں میں سمٹی جا رہی ہے۔ اور ضروریات زندگی کے بدلہ میں صرف عیش و عشرت کے سامان کے بدلہ بیرونی مال پر اتنی ڈیوٹی ہو۔ کہ جس سے وہ پاکستانی مال سے چار گنی قیمت کا بن جائے اور وہ بھی بونس واوچر سے لگایا جاسکے

۱۲۔ پاکستانی دماغ دوسروں سے کم نہیں پھر یہاں ایجادات کیوں نہیں؟ اس لئے کہ نتیجہ اچھا میسر نہیں آتا۔ کوشش رائیگاں جاتی ہے۔ قانون بننا ضروری ہے کہ جو شخص ملک و قوم کو فائدہ دینے والی کوئی ایجاد کرے گا۔ حکومت کو پیش کرے گا منظور کرا لے گا (بشرطیکہ افسران رشوت خور نہ ہوں اور دیانتدار ہوں) اس پر ہمیشہ کے لئے اس کو منافعہ کا ½ حصہ ملا کرے گا خواہ حکومت خود اس سے کاروبار کرے یا کوئی کمپنی اس کا یہ حصہ نسل درنسل جاری رہے گا۔ اور کسی کو اس کے حصے کے بغیر کام کی اجازت نہ ہوگی پھر دیکھئے ملک سے کتنی ایجادیں سامنے آتی ہیں۔

۱۳۔ ہر کام کے لئے اس کے ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے اور واقعی صحیح ترین ماہرین کی مگر افسوس کہ دین کے معاملات میں اس اصول کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے ہر دینی کام کے لئے ایسے برائے نام علماء کی جماعت بنتی ہے۔ جن کو عقائد صحیحہ عمل و عبادات تقویٰ و طہارت اور علم دین میں مہارت کا کوئی مقام حاصل نہیں ہوتا صرف پراپیگنڈہ والے لیڈر اڈیٹر مقرر ہوتے ہیں۔ نیم ملا خطرہ ایمان یہی سبب حکومت سے چپقلش کا ہے اعلیٰ حکام کے مشیر کار ایسے ہی جعلی علماء بن رہے ہیں۔ جو دین و دنیا میں ہلاکت کے اسباب مزاحم کر رہے ہیں۔ اس کے لئے خاص کوشش کی ضرورت ہے۔ ان کا انتخاب ملک کے ماہران علوم و تقویٰ کے ذریعہ سے ورنہ "ہر بوالہوس نے عشق پرستی شعار کی" کی صورت بنجاتی ہے۔

۱۴۔ مسلمانوں اور اسلامی حکومت کے لئے دین و دنیا لازم ملزوم چیز ہیں دنیا جو دین کے لئے مضر ہو خطرناک ترین ہے اور جو دین کے ساتھ ہو انتہائی بابرکت ہے۔ دنیا کی ترقیات کی سعی عمائد قوم کا فریضہ ہے مگر دین سے باہر نہ ہوسکنے کے لئے ماہران دین کے مشوروں کی حاجت ہے۔ اور اپنی ترقیات کا سب کام ماہران کے حوالہ ہونا ضروری ہے جس میں عمائد قوم کی قدر دینا شرکت لازم ہے۔ یہ گاڑی بغیر ان دونوں پہیوں کے نہیں چل سکتی ورنہ کھڈ میں گر پڑنے کا ہر وقت خطرہ ہے۔ مگر ملک میں دین کے ماہر بہت ہی کم ہیں۔ پروپیگنڈہ والے مدعی بہت ہیں۔ حقیقی و نقلی ماہروں کے لئے صحیح کوشش کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ملک کو تمام ملکوں پر فوقیت محال ہے۔ اگر صحیح کوشش اس کی نہ ہوئی تو یہ اسلامی حکومت اسلامی حکومت نہ رہے گی کچھ اور بن جائے گی۔ اور وہ خدائی امانت جو مسلمانوں کو اسلام کے لئے عطا فرمائی گئی تھی۔ سب لوگ اس کی خیانت کے مجرم اور سزاؤں کے حقدار بن جائیں گے جب تک ان امور پر غور کرکے صحیح انتظام اور صحیح قوانین نہ ہوں گی ملک و قوم خطرہ سے محفوظ نہیں ہوسکتی اس کا تساہل خطرہ میں اقدام کرنا ہے

۱۵۔ اسلام کے نام پر یہ اسلامی حکومت محض خداداد عطیہ و امانت ہے۔ مگر بیس سال ہونے پر بھی ... اسلامی قانون سے عاری ہے۔ اس کے لئے بہت آسان کم خرچ کم وقت میں تمام ملک و قوم اور سب فرقوں کے اطمینان و تسلی کا قانون بننے کی صرف یہ صورت ہوسکتی ہے۔ کہ باشندوں کی اکثریت کے حنفی علمائے دین سے شرعی یکہزار سالہ قانون فقہ حنفی سے اردو میں قانون مدون کرا لیا جائے مستحکم ہونے کے بعد دو چار سو کاپیاں طبع کرکے ہر فرقہ کو دے دی جائیں۔ کہ جس دفعہ کو وہ اپنے مذہب کے خلاف سمجھیں اس کے تحت اپنے فرقہ

خداوندِ عالم کا نظامِ تربیت

اور

ولادتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

ایم۔ایس قریشی۔ ماڈل ٹاؤن ——— لاہور

گذشتہ سے پیوستہ

آج دنیا میں نیکی، حسنِ اخلاق، حسنِ سیرت، اعلیٰ کردار، اعمالِ صالحہ، خیرخواہی اور اسی قسم کے دوسرے اعلیٰ صفات کا جہاں کہیں بھی وجود ہے اور زمین کے جس خطہ اور جس حصہ میں بھی ان کمالات و فضائل کے حصول کے لئے کوششیں ہو رہی ہیں وہ بلاشبہ اسی مقدس گروہ اور انہی نفوسِ قدسیہ کی پاکیزہ تعلیمات کا اثر ہے اور اس گروہ کی پیروی اور تقلید بنی نوعِ انسان کی روحانی بیماریوں کا علاج اور اخلاقی کمزوریوں کا مداوا ہے۔ یہی وہ مقدس گروہ ہے جو خدا کی بسائی ہوئی تمام آبادیوں میں پھیلا اور مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں اپنی تعلیم و ہدایت کا چراغ روشن کرتا رہا۔ آج انسان کے سرمایہ میں فلاح، سعادت، اخلاق، نیک اعمال اور بہترین زندگیوں کے جو کچھ اثرات و نتائج ہیں وہ سب انہی بزرگوں کے فیوض و برکات ہیں۔ وہ جگہ جگہ اپنے نقشِ قدم چھوڑ گئے اور دنیا کم و بیش انہی پر چل کر اپنی کوششوں کی کامیابی کو ڈھونڈ رہی ہے۔ تبلیغِ دین، اشاعتِ توحید، ایثار و قربانی، تسلیم و رضا، تقویٰ و عبادت، طہارت و عفت، زہد و غنا، صبر و توکل۔ یہ اور اسی طرح کے دوسرے خصائلِ حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ کا جہاں کہیں بھی دنیا میں وجود ہے وہ انہی مقدس ہستیوں کی مثالوں کا عکس ہے۔ اس لئے اس برگزیدہ خلائق اور طبقہ انسانی کے مقدس افراد کے احسانات ہم انسانوں پر سب سے زیادہ ہیں۔ اس لئے ہر فردِ انسانی پر خواہ وہ کسی صنف سے تعلق رکھتا ہو ان کی شکرگذاری کا اظہار واجب ہے۔ اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے جو ہمیشہ انبیاء کرام کے نام نامی کے ساتھ ساتھ ہم ادا کرتے ہیں۔ اللّٰھم صل علیھم وسلم۔

پس ان برگزیدہ ہستیوں کی سیرتوں کی حفاظت سب سے بڑا اہم فریضہ ہے کیونکہ انسان کے حال اور استقبال کی تاریکی کو چاک کرنے کے لئے ماضی کی روشنی سے اکتساب کرنا ضروری ہے —— لیکن یہ حقیقت بھی مسلمات میں سے ہے کہ انبیاء سابقین میں سے بہت سے حضرات کی سیرتیں اور ان کی زندگیوں کے حالات سرے سے معلوم ہی نہیں ہو سکے۔ چنانچہ اس حقیقت کا اعلان خود ان کے مبعوث فرمانے والے نے ہی اپنے آخری پیغام میں فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔ ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك من لم نقصص عليك الخ یعنی ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے، ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو بتلائے ہیں اور بعض کے حالات نہیں بتاتے، اور پھر یہ بات یوں بھی کہ بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرتیں سرے سے محفوظ ہی نہیں ہیں۔ اس طرح بھی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر بنی اسرائیل کے آخری نبی سیدنا عیسیٰؑ روح اللہ تک کے درمیانی طویل و مدید عرصہ میں ان گنت اور بہت سے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ ہر قوم، ہر جماعت اور ہر بڑے شہر میں تشریف لائے۔ اور ایک ایک وقت میں کئی کئی تشریف لائے۔ چنانچہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ایک ہی وقت میں اور ایک ہی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کا مرکزِ دعوت شام بنا، تو اسی زمانہ میں لوط علیہ السلام کا مرکز تبلیغ و ارشاد صدون کی بستیاں قرار پائیں۔ مدین میں حضرت شعیبؑ تبلیغ فرما رہے ہیں تو اسی زمانہ میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کو مصر میں فرعون اور قبطیوں کو دعوت الی اللہ دینے کے لئے بھیجا جا رہا ہے جب ایسے مشہور و معروف اور جلیل القدر انبیاء علیہم السلام ایک ہی وقت میں بلکہ ایک ہی شہر میں کئی کئی موجود تھے تو اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ کی رو سے ان سے چھوٹے درجے کے انبیاء کرام ایک ایک وقت میں کتنے ہوتے ہوں گے، چنانچہ سورۂ یٰسٓ میں تین نبیوں کا واقعہ خود حق تعالیٰ شانہٗ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ایک ہی بستی میں تبلیغ کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے اور ایک اسلامی روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام بنی نوعِ انسان کی رشد و ہدایت کے لئے اور دینِ الٰہی کی تبلیغ کے لئے تشریف لائے، لیکن قرآن نے ان میں سے صرف معدودے چند حضرات علیہم السلام کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ اور اگر حدیث اور اہلِ کتاب کی بائیبل وغیرہ کے بیانات کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تب بھی قرآن کے بیان پر بہت تھوڑا اضافہ ہوگا تو اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ جملہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے حالاتِ زندگی اور ان کی سیرتیں محفوظ نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جن جلیل القدر انبیاء کے حالات قرآن و حدیث میں بیان ہوئے بھی ہیں، تو وہ بھی بہت مختصر اور ان کی زندگیوں کے جستہ جستہ چند واقعات اور معجزات ہی کا خاکہ ہے۔ یہ بات دلائل کی پوری قوت کے ساتھ اور بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کوئی بھی ایسے نہیں (علیہم السلام) کہ جن کی پوری زندگی اوّل سے آخر تک پیدائش سے وفات تک قوموں کے پاس محفوظ ہو، اور یہ بات عیاذاً باللہ ان پاکیزہ اور برگزیدہ ہستیوں کی شان میں کوئی تنقیص نہیں ان کا خدا کا پیغمبر ہونا ہی ایک ایسا شرف ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ان کی طرف کسی نقص، کمی اور

معاذاللہ ثم معاذاللہ کسی نامناسب اور عیب کی نسبت ہی بالکل غلط اور لغو ہے اور اس قسم کی چیزوں کو ان کی ذاتِ مقدسہ کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہیں، ان کی سیرتیں جو محفوظ نہیں رہ سکیں تو یہ ایک قدرتی نظام ہے۔ کیونکہ قدرت نے انہیں دوام و بقاء کے لئے مبعوث ہی نہیں فرمایا تھا وہ تو صرف خاص وقت ہی کے لئے آئے اور اپنا فرض ادا کرکے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ البتہ جس برگزیدہ شخصیت (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کو قدرت نے تا قیام قیامت اور رہتی دنیا تک کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور اس بات کا اعلان فرما دیا کہ یہ ہمارے آخری پیغمبر ہیں اور ان پر سلسلۂ نبوت و رسالت ختم ہے۔ تو ان کی سیرت کا من اولھا الی اخرھا اور سیرت کے ایک ایک جزو اور ایک ایک واقعہ کی ایک ایک کڑی، اور یہی نہیں بلکہ ان کی ذاتی زندگی اور اس کے ایک ایک حصہ اور ایک ایک گوشہ کا دنیا والوں کو علم ہونا، یہ ایک قدرتی نظام اور تکمیلِ شرائع کا ایک فطری نتیجہ تھا۔ اور بلاشبہ آپ کے فضائل و کمالات میں یہ ایک نمایاں شرف و مجد ہے۔ پس پہلے انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں کا بالکل اوجھل ہونا یا بعض کی سیرتوں کے صرف بعض اجزاء کا محفوظ ہونا تو ان کے لئے کسی نقص و عیب کی چیز نہیں کیونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے کامل تھے ـــــ لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا بتمامہ و بکمالہ محفوظ رہنا، یہ بلاشبہ آپؐ کا ایسا فضل و کمال ہے جس میں آپؐ یکتا اور منفرد ہیں ـــــ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم۔ اور یہ آپؐ کا وہ فضل و شرف ہے جس سے آپؐ کی ختم نبوت اور آپؐ کے آخر النبیین اور خاتم النبیین ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر آپؐ کے بعد دنیا میں کوئی اور نبی مبعوث ہونے والے تھے تو آپ کے وقائع حیات بھی اسی طرح محفوظ نہ رہتے جس طرح انبیائے سابقین؊ کے تفصیلی حالاتِ زندگی دنیا میں موجود نہیں ہیں، حالانکہ ان میں متعدد ایسے رسول بھی تھے کہ جن کے ماننے والے ہر زمانہ میں صفحۂ ہستی پر کروڑوں کی تعداد میں موجود رہے ہیں اور آج بھی ہیں لیکن اس پر بھی ان کی سیرتیں محفوظ نہیں، لیکن حضرت سرورِ عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کس شان، کس جامعیت اور کس کاملیت کے ساتھ محفوظ ہے زندگی کا وہ کون سا گوشہ ہے جس میں امت کے لئے آپؐ کی حیاتِ مقدسہ مشعلِ راہ کا کام نہیں دیتی۔ صرف یہی نہیں کہ پیدائش سے رحلت تک کے عام تاریخی حالات اور واقعات ہی محفوظ اور مدون ہیں اور بس! بلکہ آپؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے سامنے ہے جو امت کے مختلف طبقات کے لئے ایک ایسا جامع اور کامل نمونہ پیش کرتی ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اور بقول سید سلیمان ندویؒ کے اس باب میں تمام دنیا متفق ہے کہ اسلام نے تاریخی حیثیت سے اپنے پیغمبرؐ کی، اور نہ صرف اپنے پیغمبرؐ ہی کی بلکہ ہر اس چیز کی اور اس شخص کی جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی آپؐ کی ذاتِ مبارکہ سے تھا جس طرح حفاظت کی ہے وہ عالم کے لئے مایۂ حیرت ہے۔ یہ محض عقیدت نہیں ہے اور صرف اہلِ اسلام ہی اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ مستشرقین یورپ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ انگلستان کا شہرۂ آفاق مستشرق مسٹر جون ڈیون پورٹ لکھتا ہے کہ:-

"یہ امر بالکل یقینی ہے کہ دنیا کے مشہور مقننوں اور فاتحوں میں سے کسی ایک کا نام بھی نہیں پیش کیا جا سکتا جس کے وقائع عمری محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالاتِ زندگی کی طرح کامل ثقاہت و صداقت اور پوری تفصیل کے ساتھ مل سکتے ہوں"

(اپالوجی فار محمدؐ اینڈ دی قرآن مطبوعہ لندن صفحہ اول)

نیز تاریخ اور تحقیق کی عدالت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی تاریخ اور ان کے عہد کے واقعات کی تاریخ اپنے جزئیات کے ساتھ موجود ہے نیز مسلمانوں کے پاس اسماء الرجال کے فن پر ایسی بہترین تصانیف موجود ہیں جن کے ذریعہ سے عہدِ نبوت اور عہد صحابہ کے اجمال اور واقعات کی آج بھی صحیح صحیح تحقیق کر سکتے ہیں۔

چنانچہ جرمن کے مشہور عربی دان فاضل نے اصابہ کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ کہ "نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے"، یہ سب مباحث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اب تمام طبقات انسانی کو اگر کسی ایک ذات سے راہ نمائی مل سکتی ہے تو وہ صرف آپؐ ہی کی ذاتِ مقدس ہے۔"

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

لولاک ذرۂ ز جہانِ محمدؐ است
سبحان من یراہ چہ شانِ محمدؐ است

سیپارۂ کلامِ الٰہی خدا گواہ
آں ہم عبارتے ز زبانِ محمدؐ است

نازد بنامِ پاک محمدؐ کلامِ پاک
نازم باں کلام کہ جانِ محمدؐ است

توحید را کہ نقطۂ پرکارِ دینِ ماست
دانی! کہ نکتۂ ز بیانِ محمدؐ است

سرِ قضا و قدر کہ پیچیدہ است اے ندیم
پیکانِ امرِ حق ز کمانِ محمدؐ است

★

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

تاریخِ اسلامی تمدّن

(۳)

تمدّنِ اسلامی کے اساسی اصول

۱- اجازت کے بغیر گھروں میں قدم نہ رکھو اور اندر جاتے ہی سب کو سلام کرو۔ جب تمہیں کوئی سلام کرے تو تم اس کے جواب میں اس سے بہتر سلام کہو۔ مجلسوں اور صحبتوں میں تمیز و سلیقہ سے بیٹھو۔ اور زیادہ جگہ نہ گھیرو۔ اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ ماں باپ، اقرباء، یتیموں، محتاجوں، مسافروں، پڑوسیوں اور دوستوں کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ تمام لوگوں سے خندہ پیشانی اور اخلاق و شرافت سے بات کیا کرو۔ صاف صاف بات کیا کرو۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں دونوں اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور دونوں عصمت اور پاکدامنی سے زندگی گذارا کریں۔ عورتیں اپنا سنگار کسی پر ظاہر نہ کیا کریں۔ وہی اعضاء کھلے رہیں جن کا کھلنا ضروری ہو اور چھپائے نہ جا سکیں — عورتیں اپنا گریبان و سینہ ڈھکے رکھیں — لوگ اکڑ کر نہ چلیں۔ بے حیائی کے قریب بھی نہ جائیں۔ زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ یہ تو بہت ہی بڑا اور بے حیائی کا کام ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے انہیں سخت عذاب دیا جائیگا۔ جو لوگ پاکدامن اور شریف عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔ نہ تو کوئی مرد کسی مرد کا مذاق اڑائے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو اور نہ کوئی عورت کسی عورت پر ہنسے، ہو سکتا ہے کہ اس ہنسنے والی سے وہ بہتر ہو۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعنے بھی نہ دو۔ اور نہ ایک دوسرے کے نام دھرو۔ مسلمان ہو جانے کے بعد بدتہذیبی کا نام ہی بُرا ہے۔

خوب سمجھ لو کہ دنیوی زندگی سے مراد کھیل کود اور تماشا، آرائش، باہمی تفاخر اور ایک دوسرے سے بڑھ کر مال اور اولاد کی خواہش و آرزو یہ تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے جو اسی غفلت میں رہیں گے وہ عذاب کے مستحق ہوں گے۔

اتفاق واتحاد پر تاکید

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تفرقہ سے جھگڑے نہ پیدا کرو۔ نیکی اور شرافت کے کاموں میں تعاون کرو۔ گناہ، ظلم و شرارت میں کسی کا ساتھ نہ دو — لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو — اور نہ ہی ناپ تول میں کمی کرو۔ اگر کوئی تنگدست ہو تو اسے مزید مہلت دے دیا کرو تاکہ وہ ادائیگی کے قابل ہو جائے۔ بہت بدگمانیوں سے بھی بچو کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ ایک دوسرے کے راز کی تلاش میں بھی نہ رہو۔ اور نہ پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ گوارا کر سکتا ہے کہ وہ خود اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تم سب ایک ہی طرح ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کئے گئے ہو تمہیں ذاتوں اور قبیلوں میں تو صرف شناخت کے لئے تقسیم کیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک حسب نسب کی فضیلت کوئی چیز نہیں۔ تم میں سب سے زیادہ شریف و مکرم وہی ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے۔ خدا کے شریف، نیک و متمدن بندے وہ ہیں جو امن و صلح اور خاکساری کے ساتھ رہتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ نرمی سے جواب دیتے ہیں۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا۔

(پ ۸ ع ۱۰ سورہ اعراف آیت ۳۲)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو۔

عام مخلوقِ خدا کے ساتھ اسلامی برتاؤ

غرور اور شیخی یہ نہیں کہ اچھا کھائے، پیئے، پہنے بلکہ یہ ہے کہ حق بات نہ مانے اور خدا کے بندوں کو حقیر سمجھے۔ جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں وہ مسلمان نہیں۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ اسے حقیر سمجھے اور نہ رسوا کرے جس نے بڑوں کا ادب نہ کیا اور چھوٹوں پر رحم نہ کیا وہ مسلمان نہیں — مسلمان پر مسلمان کا مال و جان اور آبرو حرام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"جس نے اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر لی میں اس کے لئے بہشت کا ضامن ہوں"۔

جو شخص اللہ کے بندوں پر خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں مہربانی نہیں کرتا خدا بھی اس پر مہربانی نہیں کرے گا — جو زمین والوں پر رحم نہیں کرتا آسمان والا اس پر رحم نہیں کرے گا۔

الغرض اسلام کی تمام تعلیمات اسی قسم کے گوہر ہائے لآلی ہیں۔ یہی تعلیم تھی جس پر مسلمان عمل کر کے ایک صدی کے اندر اندر بہترین صناع، بہترین تاجر، بہترین ادیب، بہترین انسان بن گئے

تبلیغی جلسہ

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب ۲؍ستمبر بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء باغ والی مسجد بیرون موچی دروازہ لاہور میں خطاب فرمائیں گے۔

تبدیلی نام

میں نے اپنا نام پرویز کے بجائے محمود اختر رکھ لیا ہے آئندہ مجھے اسی نام سے پکارا جائے۔
محمود اختر ولد محمد رمضان ممبر نمبر ۱۲۵ اسٹیشن روڈ۔

ضروری تصحیح

حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی نے گذشتہ دنوں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک جلسہ عام کو خطاب کیا اس خطاب کی رپورٹ مقامی رپورٹروں نے اخبارات کو بھیجی جو ۷ راگست ۶۷ء کے امروز لاہور وغیرہ میں شائع ہوئی ہے۔ اس رپورٹ میں تاریخ کی غلطی واقع ہوگئی ہے جس کی تصحیح کے لئے مندرجہ ذیل بیان روزنامہ امروز اور بعض دوسرے اخبارات کو جاری کیا گیا

روزنامہ امروز ۷ راگست ۶۷ء میں حضرت مولانا غلام غوث صاحب ناظم عمومی جمیعۃ علماء اسلام کی ٹوبہ ٹیک سنگھ والی تقریر شائع ہوئی ہے۔ حضرت مولانا سے رجوع کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کی تقریر ان کے لفظوں میں شائع نہیں ہوئی۔ اس طرح ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس میں ایک تاریخ کی غلطی واقع ہو گئی ہے۔ مولانا نے اپنی تقریر میں مودودی صاحب سے کئے گئے ایک پرانے سوال کا تذکرہ کیا تھا۔ جو ترجمان اسلام ۱۹ ر جون ۱۹۶۴ء میں کئے گئے بارہ سوالات میں سے پہلا سوال ہے اس کی عبارت یوں ہے:

"کیا آپ نے آج سے بارہ برس پہلے جب مسلم لیگی وزارت ڈانواں ڈول تھی علماء کے سامنے کراچی میں یہ کہا تھا کہ پاکستانی وزارت کے لئے امریکہ اب سہروردی سے بات کرے گا یا ہم سے۔ آپ بتائیں آپ امریکہ کے کیا ہوتے ہیں کہ اس کے ذریعے پاکستان کے وزیر اعظم ہونے کے خواب دیکھتے ہیں"

اس سلسلے میں مولانا فرماتے ہیں کہ ۴۶ء کا ذکر رپورٹر کی غلطی ہے یا خود مجھ سے سہو ہوا ہے۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۵۱ء کا ہے۔ جبکہ پاکستان کا دستوری خاکہ تیار کرنے کے لئے ۳۲ علماء کراچی میں جمع ہوئے تھے۔ مودودی صاحب کے اس بیان کے بارہ میں حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری مدظلہ سے پوچھا جا سکتا ہے۔ مودودی صاحب آج تک اس کا جواب نہیں دے سکے ہیں اور نہ بقیہ گیارہ سوالوں کا ہی جواب دے سکے ہیں۔

(ناظم مرکزی دفتر جمیعۃ علماء اسلام)

سالانہ جلسہ

مدرسہ تعلیم الفرقان رجسٹرڈ مریڑ حسن راولپنڈی کا سالانہ جلسہ مورخہ ۷، ۸ ر اکتوبر ۶۷ء بروز ہفتہ، اتوار بڑی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی، مولانا محمد اجمل صاحب لاہوری، علامہ دوست محمد صاحب قریشی اور پیر عمر حیات شاہ صاحب تقاریر فرمائیں گے۔ نعت خواں صوفی محمد بخش صاحب چشتی جھنگ و دیگر علماء کرام و قراء حضرات تشریف لائیں گے۔ حفظ سے فارغ ہونے والے طلباء کی دستار بندی اور مدرسہ کی سالانہ رپورٹ سنائی جائے گی۔ جلسہ دونوں دن عشاء کے بعد ہوا کریگا

(قاری محمد دین مہتمم مدرسہ ہذا)
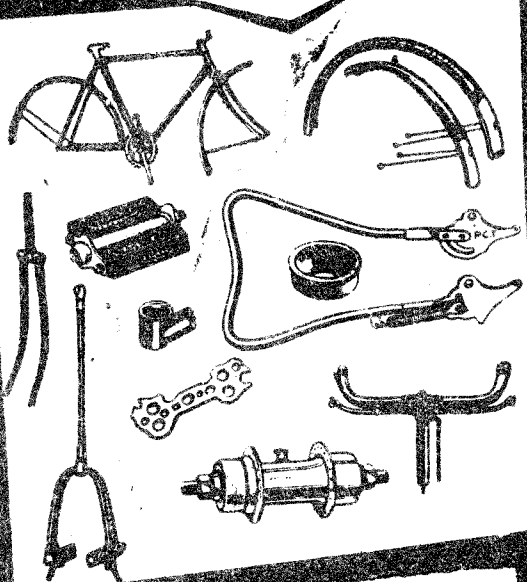
بقیہ — عُجب اور اُس کا علاج

الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا۔ اگرچہ یہ آیت کفار کے حق میں ہے۔ مگر عجب کے مریض پر بھی صادق آسکتی ہے۔ کیونکہ عجب کے باعث بارگاہِ الٰہی میں اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔ اور وہ یہ خیال کر رہا تھا۔ کہ میں نے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے انبار کر دیے ہیں۔

سالانہ جلسہ

حسب دستور سابق امسال بھی جامع العلوم محمدیہ ڈیرہ اسمٰعیلخان کا چوتھا عظیم الشان سالانہ جلسہ مرکز اہل سنت جامع مسجد کلاں میں بتاریخ ۱۵، ۱۶، ۱۷ ر رجب مطابق ۲۰، ۲۱، ۲۲ ر اکتوبر بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہوگا جس میں پاکستان کے جید علماء کرام و مشائخ عظام تشریف لائیں گے مفصل پروگرام بعد میں شائع کیا جائے گا۔ (عبدالسلام عفی عنہ)

بقیہ: اداریہ

عربوں کو ہدفِ ملامت بنانا کون سی ایسی دینی و ملی خدمت ہے جس کے بغیر روٹی ہی ہضم نہ ہو؟ کس قدر شرم اور افسوس کا مقام ہے کہ فرزندانِ توحید یہودیوں کے مظالم سے پس رہے ہیں اور غیروں ہی میں نہیں مسلمان کہلانے والوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو نرم نرم گدوں اور ایرکنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر نوکِ قلم سے مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کرنے اور تشنِ انقلاب یہودیوں اور مغربی سامراج کے ظلم و ستم سے فرزندانِ توحید کو بچانے والے مجاہدوں کے زخمہائے سینہ کو کرید رہے ہیں اور اس طرح اپنے زعمِ باطل میں قرآن کی ترجمانی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ع

تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو

چاہیئے تو یہ تھا کہ عالمِ اسلام کی اس مادی اور ذہنی شکست پر افسوس کیا جاتا اور ظلم و شقاوت کے مقابلے کی تدابیر سوچی جاتیں مگر یہ لوگ صرف اسی دھن میں مست ہیں کہ عربوں کے چوٹ کھائے دلوں کو مزید زخمی کریں، ان کے جرائم کی لمبی لمبی فہرستیں مرتب کریں اور بڑی معصومیت کے ساتھ زاہدانہ لب و لہجہ میں کہہ دیں کہ عربوں کا یہ حشر ہونا ہی چاہیئے تھا، یہ شکست ٹھیک سنتِ الٰہیہ کے مطابق ہے، اس پر حیرت و استعجاب اور افسوس و ندامت کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہود کی یہ فتح امریکہ و برطانیہ کی طاقت اور مادی ساز و سامان کا کارنامہ نہیں بلکہ توریت کی تلاوت، یہودیوں کے روزوں اور ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور عربوں کا دامن ان خوبیوں سے خالی تھا۔

ان الفاظ کا واضح مطلب یہ ہے کہ عربوں کو اپنے کئے کی سزا ملی ہے اور وہ اب کسی ہمدردی و امداد کے مستحق نہیں۔ اب یہ اندازِ بیان اور یہ طرزِ جرح و تنقید عین اس موقع پر جب کہ عرب ممالک مصائب و آلام کے طوفانوں سے دوچار ہیں اور پاکستان کے رہنماؤں اور عرب ممالک کے رہنماؤں کے درمیان اسرائیلی ۵

۳ جارحیت کے نشانات مٹانے اور باہمی تعاون بڑھانے کی تدبیروں پر گفتگو ہو رہی ہے کن نتائج و عواقب کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے اور عالمِ اسلام اور پاکستان کے درمیان اتحاد و یگانگت کی فضا کو کس حد تک مکدر کر سکتا ہے اور اس کا سدِّباب کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب ہم عوام اور زعمائے حکومت پر چھوڑتے ہیں۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۹ جنوری ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۶)

آج دیکھ لیجئے یہ ہمارے بعض بھائیوں نے غلہ روک رکھا ہے۔ یہ حلال کما رہے ہیں کہ حرام کما رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحْتَكِرَ۔ غلے کو روکنے والے پر خدا کی لعنت ہے کیونکہ وہ انسانوں کا گلا کاٹتا ہے اللہ کی مخلوقات کا گلا کاٹ رہا ہے وہ اللہ کی مخلوقات کا قاتل ہے۔ ایسے انسانوں پر خداوندِ قدوس کی لعنت ہے۔

تو میں جلال الدین سیوطی کی نقل کردہ حدیث کے مطابق عرض کر رہا تھا۔ کہ بعض بندوں نے ایسی عبادت کی ہوگی جو فرشتوں کو بھی نہیں پتہ ہوگا۔ کراماً کاتبین کو نہیں پتہ ورنہ ان کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے۔ وہ کون سی بات ہوگی؟ اللہ فرمائیں گے کہ اے میرے بندو! میں جانتا ہوں کہ تمہاری زبان بھی کچھ اور اپنی بات بولتی تھی، تمہارے اعضاء بھی اپنا کام کرتے تھے لیکن مجھے علم ہے کہ تمہاری طبیعت میں ذکرِ خفی اور ذکرِ اخفیٰ راسخ ہو چکا تھا۔ تم اپنی خیالی دنیا میں بھی میرا نام لے رہے تھے۔ تمہارے خیال کی جو پرواز تھی وہ ذکر اللہ پر تھی۔ دیکھنے والے نے یہ سمجھا تم ہل چلا رہے ہو لیکن درحقیقت تمہارا سارا بدن اللہ اللہ کر رہا تھا۔ دیکھنے والے نے یہ سمجھا کہ تم قلم کے ساتھ لکھ رہے ہو لیکن تمہارے دل میں ذکر اللہ راسخ ہو چکا تھا، دیکھنے والے نے یہ سمجھا کہ تم دکان پر بیٹھے ہو لیکن تمہارے دل میں ذکر اللہ راسخ ہو چکا تھا، تمہارا دل، تمہاری پریشانی (وہ ذکرِ خفی، اخفا کی قسمیں صوفیائے کرام نے کی ہیں) بہرکیف میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید یہاں یہ فرماتے ہیں کہ اتنی قوموں پر میرے عذاب آئے جب کہ وہ کیا تھے؟ بَيَاتًا وہ رات کو سوتے ہوئے تھے — اَوْ هُمْ قَائِلُوْنَ ۝ یا وہ دوپہر کو سوئے ہوئے تھے اور ان پر میرا عذاب آگیا۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کسی وقت بھی اپنے آپ کو خدا کی غلامی سے خارج نہ کرو۔ تھوڑا سا وقت لگتا ہے، غلامی میں آ جاؤ — ابواب الخیر ہیں — نوافل کی نمازیں میرے بزرگو! خیر کے دروازے ہیں۔ نوافل پڑھو گے تو فرضوں کی طرف مائل ہو جاؤ گے — اسی لئے شیطان جب حملہ کرتا ہے تصوّف پر کرتا ہے — بات سمجھا کرو — شیطان جب حملہ کرتا ہے کسی کو گمراہ کرنے کے لئے تو پہلے سلوک پر حملہ کرتا ہے۔ کہتا ہے نفلوں میں کیا رکھا ہے؟ یہ زبان سے اللہ اللہ اللہ کرتے ہیں اس میں کیا رکھا ہے؟ تو کس میں رکھا ہے جی؟ یہ زبان سے اللہ اللہ کرنا یہ بھی عمل ہے۔ جس کی زبان اللہ اللہ کرتی ہے، عمل نہیں کر رہا؟ بجائے اس کے کہ وہ گالیاں دیتا، زبان سے غیبت کرتا، زبان سے جھوٹ بکتا، اس نے اپنی زبان کو مانوس کر لیا ہے کہ اس کی زبان ہر وقت اللہ اللہ اللہ اللہ کرتی ہے

——(باقی آئندہ)——

بقیہ :- ایک نیا بل

کے لئے ذیلی بنا دیں ۔ اس طرح مکمل قانون سب کے لئے تسلی بخش جلد اور کم خرچ سے حاصل ہوسکتا ہے ۔ روز کی چپقلش ختم ہو سکتی ہے ۔ سب کو سکون میسر آسکتا ہے ۔ اس کے بغیر جو قانون بنایا جائے گا وہ کسی ایک فرقہ یا فرد کے نظریات کا ہوگا جس کی مخالفتیں بھی ہوں گی ۔ اور وہ ملک دینی و دنیوی حیثیت کے لئے فساد کا ذریعہ بنے گا ۔ چونکہ قانون مذہبی درکار ہے ۔ اور کوئی مذہبی فرد اپنی مذہبی تحقیقات سے سرموانحراف کو گوارا نہیں کرسکتا اس لئے اس سے بہتر دوسری صورت غالبًا نہ ہو سکے گی ۔ سب سے اہم بات اس پر غور کرنا ہے ۔ امید ہے کہ ملک و ملت کا درد رکھنے والے ہوشمند حضرات سب سے اول فرصت میں اسی پر غور فرمائیں گے یہی سب سے اول کام ہے ۔ یہی سب سے آخر یہی سب قوانین کی میزان کل ہے

۱۶ ۔ میراث میں مُردوں کو وارث قرار دینے کا خلاف شرع قانون بدلوایا جائے ۔ تاکہ لوگ حرام خوری سے اور ملک اس پر مجبور کرنے کے وبال سے بچ سکے ۔

بقیہ : احادیث الرسول

(بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے ۔ کہ حضرت ابو ہریرہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں ۔ کہ آپ نے فرمایا ۔ کہ خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت زیادہ پھرنے اور گشت لگانے والی ہے یہ جماعت ذکر الٰہی کی مجلسوں کو تلاش کرتی رہتی ہے ۔ پس جب یہ فرشتے کسی ایسی مجلس کو پاتے ہیں کہ جس میں ذکر الٰہی ہوتا ہے ۔ تو یہ فرشتے بھی اس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں اور بعض فرشتے بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں یہاں تک کہ وہ ساری فضا جو آسمان اور اس مجلس کے درمیان ہے ۔ فرشتوں سے بھر جاتی ہے ۔ سو جب ذاکرین کی مجلس منتشر ہو جاتی ہے اور یہ فرشتے چڑھتے ہیں ۔ اور (ساتویں) آسمان تک پہنچتے ہیں ۔ تو ان سے اللہ عزوجل دریافت کرتا ہے ۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے ۔ کہ تم کہاں سے آئے ؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ۔ ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آرہے ہیں ۔ جو زمین میں ہیں ۔ اور تیری پاکی اور کبریائی کا ذکر کرتے ہیں ۔ اور تیری توحید اور تیری حمد و ثنا کرتے ہیں ۔ اور تجھ سے سوال بھی کرتے ہیں ۔ خدا فرماتا ہے اور مجھ سے کیا مانگتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں ۔ خدا فرماتا تو کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے ؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اے رب ! خدا فرماتا ہے ۔ ان کا کیا حال ہو اگر وہ میری جنت دیکھ لیں ؛ پھر فرشتے کہتے ہیں ۔ کہ وہ تجھ سے پناہ بھی مانگ رہے تھے ۔ خدا فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں ۔ فرشتے کہتے ہیں ۔ اے رب تیری نار سے خدا فرماتا ہے ۔ کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے ؟ وہ کہتے ہیں ۔ کہ نہیں ۔ خدا فرماتا ہے ۔ اگر وہ میری نار کو دیکھ لیتے تو پھر اُن کی حالت کیا ہوتی فرشتے کہتے ہیں ۔ اور تجھ سے مغفرت بھی چاہتے ہیں ۔ خدا فرماتا ہے ۔ میں نے اُن کو بخش دیا ۔ اور جو انہوں نے مانگا تھا عطا کر دیا اور انہیں پناہ بھی دے دی جس چیز سے انہوں نے پناہ مانگی ، آپ نے فرمایا ۔ فرشتے کہتے ہیں پروردگار ان میں فلاں بندہ بھی تھا جو بڑا گنہگار ہے وہ وہاں سے گزر رہا تھا ۔ سو ان ذاکرین کے ساتھ بیٹھ گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ میں نے اس کو بخش دیا ۔ یہ ایسی قوم ہے ۔ کہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو محروم نہیں کیا جاتا ۔

بقیہ :- مولانا عبید اللہ سندھیؒ

نہایت بلند سطح پر دکھائی دیتی ہیں ۔ جو مغربی سرمایہ داری اور روسی اشتراکیت سے کہیں اونچی ہے اسلام اور قرآن حکیم کی یہی وہ تشریح ہے جو ان دونوں کو انسان کے لئے رہتی دنیا تک کے لئے .... رہنمائی کا مصدر بنا دیتی ہے ۔ ان کا تصوف بھی انقلاب ہے اور جہاد کا تصور بھی انقلابی ہے وہ ساری عمر ایک انقلابی کی زندگی بسر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے افکار پر کبھی جمود طاری نہیں ہوا وہ حق کو قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ۔

بقیہ :- نزول مصائب کی وجوہات

فرما کر ہمیں فتح و کامیابی سے نوازا ۔ اور کامیابی دے کر یہ سبق دیا کہ :- إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ اگر اللہ تمہاری مدد پر اُتر آئے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا ، اور اگر وہ تمہاری مدد سے ہٹ جائے تو کون ہے جو تمہیں امداد دے سکے اُس کے بعد ، اور مومنوں کو تو صرف اللہ ہی پر اعتماد اور توکل کرنا چاہئے ، اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ کی مدد کیا خواہ مخواہ آجاتی ہے یا اس مدد کے حصول کے لئے کچھ ہاتھ پاؤں مارنے پڑتے ہیں ، فرمایا کہ ہمارا اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ " إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ ۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا ۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ کہ اگر تم صحیح مومن ہوئے تو تمہیں گھبرانے اور غم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ، غالب تمہیں رہوگے ۔ ہاں مومن اور مسلم کو اگر مار پڑ سکتی ہے ۔ تو محض اس وجہ سے کہ اس کا تعلق اسلام سے برائے نام ہو ۔ اگر ایسا ہے تو تو پھر صرف اسلام کا لیبل لگا دینے سے اللہ کی نصرت نہیں آتی ، اس لئے قرآن کریم میں یہ فرمایا ۔ کہ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ یعنی تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ پکے اور خالص مومن بننے کی ضرورت ہے ، مومن تم بنو ، مدد ہم کریں گے ۔ اور اللہ کی مدد کے سوا کوئی دوسری مدد نہیں ۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے ۔ کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں ، ہمیں اسلام کی حقیقی رُوح سے آشنا فرمائیں ، اور دنیا کی جو قوم بھی ہمارے مقابلے میں آئے ہمیں اس پر غلبہ نصیب فرمائیں ۔ اللہ تعالےٰ اس پاکستان کو داخلی اور خارجی فتنوں سے بچائیں ۔ اور جس اسلام کے صدقے اس ملک کا حصول ہوا ہے اور جس کے طفیل بھارت کے جارحانہ حملہ سے محفوظ رہا ہے ۔ اسی اسلام کو اس میں نافذ فرمائیں ۔ آمین یا الٰہ العالمین

بچوں کا صفحہ

علم کی فضیلت

عالم اور جاہل

"کوئی طالب علم ایک بڑے عالم کے دروازہ پر پہنچا اور پکارا"

"اے مرد بزرگ خدا نے تجھے جو کچھ دیا ہے۔ اس سے مجھے بھی نواز"

عالم نے اسے کچھ زر نقد دیا اور ملازم کو اس کے لئے کھانا لانے کا حکم دیا لیکن اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے دونوں چیزیں قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا:

"میں تیرے دروازہ پر، زر نقد اور طعام لذیذ کا دریوزہ گر بن کر نہیں آیا میں تو تیرے علم کا سائل بن کر حاضر ہوا ہوں!"

یہ سنکر عالم بہت خوش ہوا، مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر اپنا مہمان بنایا اور اُسے اپنے علم سے بہرہ مند کردیا۔

جب طالب علم وہاں سے رخصت ہوا۔ تو بہت خوش اور مسرور تھا، اور زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا۔

وہ علم جو سیدھا راستہ دکھائے مال و دولت کی فراوانی سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

کسی نے کتنی سچی بات کہی ہے۔

علم —— مال سے بہتر ہے، اس لئے کہ علم تمہارا نگہبان بن جاتا ہے اور مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے —— اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال —— خرچ کرنے سے گھٹتا ہے!

علم اور دولت

حکایت ہے کہ:۔

ایک دولت مند آدمی کے تین بیٹے تھے۔ جب وہ مرنے لگا۔ تو اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو بلایا اور کہا! موت قریب آگئی ہے۔ امید کی رسی کٹ رہی ہے۔ جب تم پر کوئی مصیبت پڑے تو میری وصیت نہ بھولنا۔

۱۔ علم حاصل کرنا۔

۲۔ استقلال اور علم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا،

۳۔ صحت کا خیال رکھنا

۴۔ اپنی اور میری آبرو پر حرف نہ آنے دینا۔

باپ کے انتقال کے بعد دونوں بڑے بھائیوں نے چھوٹے بھائی سے جھگڑا کیا۔ اور سارا مال آپس میں بانٹ لیا، اور اس غریب کو خالی ہاتھ گھر سے نکال دیا، چھوٹے بھائی نے پرواہ بھی نہ کی اس کے سامنے باپ کی وصیت تھی، وہ جانتا تھا، مایا چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ اور علم وہ چیز ہے جس پر کبھی زوال نہیں آسکتا۔ اس نے طے کرلیا علم حاصل کرے گا۔

پس وہ بڑے بڑے علماء اور فضلا کے دامن سے چمٹ گیا، اور آخر کار مراد کو پہنچا۔ اور خود بھی صاحب علم و فضل بن گیا۔

اب دونوں بڑے بھائیوں کا ماجرا سنئے، دولت نے ان کی آنکھ پر پٹی باندھ دی، وہ غلط راستے پر جا پڑے اور خود اپنے ہی کرتوتوں سے ہلاکت اور بربادی کے دہانے پر پہنچ گئے۔ گناہ اور عیاشی میں پڑ کر شیطان کا نمونہ بن گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایک کوڑی کو محتاج ہوگئے، صبح کھا لیا تو شام کا کچھ ٹھیک نہیں۔

چھوٹے بھائی کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا۔ تو باپ کی وصیت کے پیش نظر وہ تمام پچھلی باتوں کو فراموش کرکے دونوں بھائیوں کے پاس گیا۔ ان کے ادب سے ہاتھ چومے، الٹے خود ان سے اپنی ناکردہ خطاؤں کی معافی مانگی۔ ان دونوں نے بھی شرما حضوری میں اپنی غلطیوں کی معذرت کی چھوٹے بھائی نے خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے دونوں بڑے بھائیوں کی ہر غلطی معاف کردی اور خوش ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا۔

ہم علم پر قانع ہیں۔ جو ہم میں ہمیشہ رہے گا، اور جو لوگ دولت کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ وہ جاہل ہیں۔

کیونکہ دولت آنی جانی چیز ہے۔ جو بہت جلد فنا ہوجاتی ہے۔ اور علم باقی رہنے والا اور لازوال ہے!

جامع العلم

ایک عالم کی نظر، ایک جاہل دولتمند پر پڑی، جو زرق برق کپڑے پہنے ایک شاندار گھوڑے پر سوار، سڑک پر ادھر سے اُدھر گھوم رہا تھا۔ سراپا غرور، دولت کے نشہ میں چور، عالم نے اپنے ساتھی سے کہا۔

ذرا اس بے وقوف کو دیکھو۔ کیسے زرق برق کپڑے پہنے گھوڑے کی سواری کر رہا ہے؟

ساتھی نے جواب دیا۔

اس کی مثال اس مورت کی سی ہے جو نہایت مکروہ ہو۔ لیکن سونے کے پانی کی پالش اس پر کردی گئی ہو۔ اگر یہ شخص ریشم کے کپڑوں میں ملبوس نہ ہوتا۔ اس کے سر پر عمامہ نہ ہوتا اور یہ گھوڑے کا مالک نہ ہوتا، تو اس کی بہترین اور موزوں ترین جگہ اصطبل تھی!

عالم نے یہ سنکر کہا۔

سچ کہتے ہو، عقلمند عالم نفس کا غنی اور دولت علم سے مالامال ہوتا ہے۔ اور مرد جاہل اگرچہ اپنے دروازے پر سونے کے پتر چڑھائے گھر کو زبرجد کا بنائے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ ریشم اور دیباہ کے کپڑے پہنے پھر بھی لوگوں کی نظروں میں وہ وقعت اور منزل نہیں حاصل کرسکتا اور نہ اس کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

علم خزانہ ہے جو کبھی فنا نہیں ہو سکتا نہ اس سے بڑھ کر کوئی رفیق اور دمساز ہو سکتا ہے۔

ایک آدمی مال بڑی محنت سے جمع کرتا ہے۔ پھر اس سے محروم بھی ہو جاتا ہے۔ اور ذلت کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص علم کا جامع ہوتا ہے۔ اس سے لوگ حسد نہیں کرتے رشک کرتے ہیں۔ اور یہ وہ دولت ہے، جو نہ چھینی جاسکتی ہے نہ ختم ہوسکتی ہے اے علم والے کتنی اچھی دولت تو نے جمع کی ہے جس کا مقابلہ نہ سونا کرسکتا ہے، نہ موتی! نہ ہیرے نہ جواہر، کوئی چیز بھی نہیں۔

۱۹۶۷

رجسٹرڈ ایل ۔ نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور
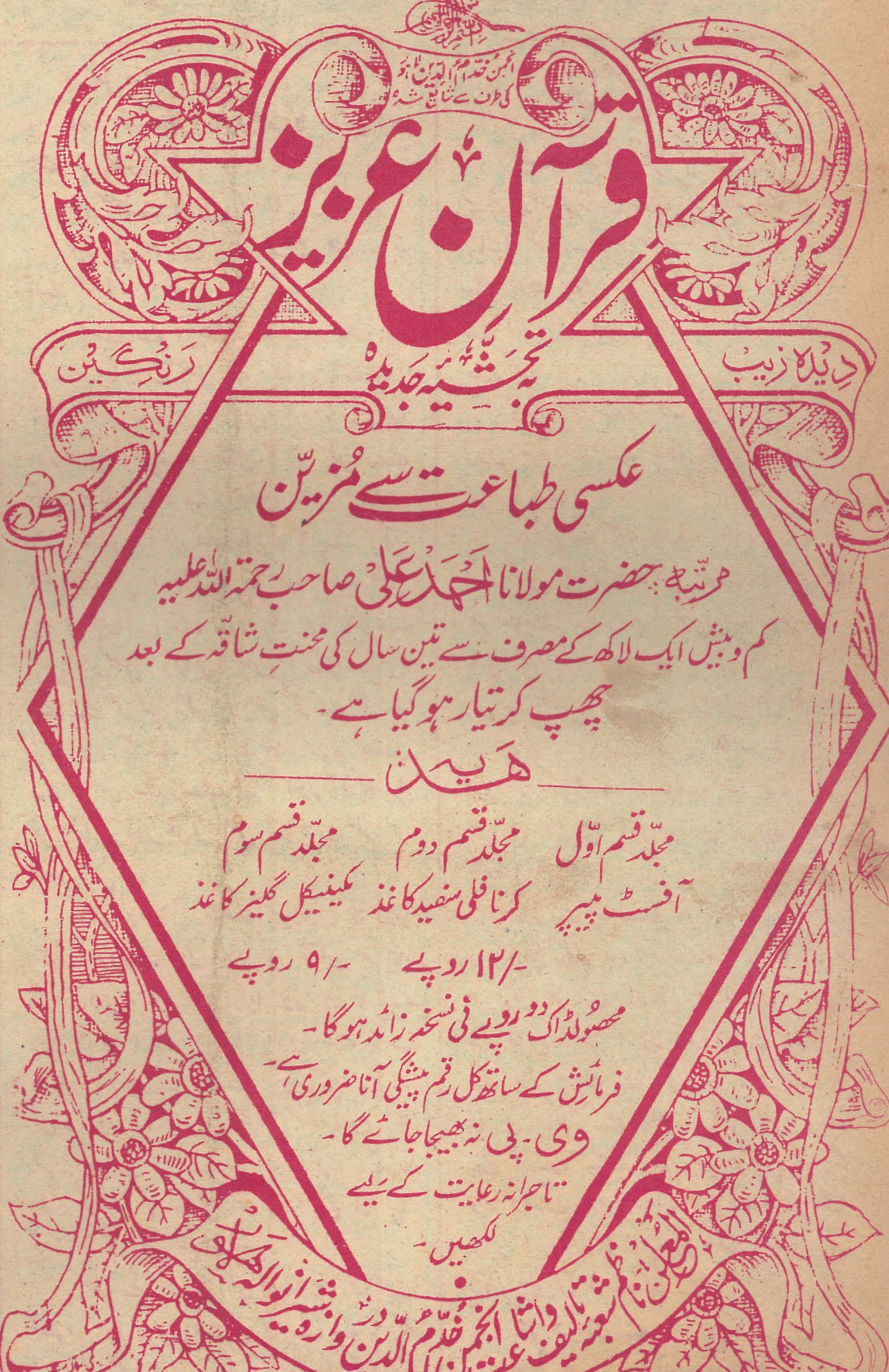
منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱ ۴۴۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۶۹-۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

اے شہیدِ راہِ حق اے عم محبوبِ خدا
ہم کو ملتا ہے شہادت سے تری درسِ وفا

شان تیری ہو نہ کیوں کر دونوں عالم میں بلند
راہِ حق میں تو نے کٹوایا بدن کا بند بند

جان دے کر تو نے حاصل کی حیاتِ جاوداں
وقف ہیں تیرے لئے جنت کے سارے ارمغاں

جب گرا تیرا زمیں پر خون اے مردِ جری
ہو گیا شاداب سارا گلشنِ دینِ نبیؐ

محسنِ اسلام ہے بیشک تو اے والا صفات
سرورِ کونینؐ کی تھی تجھ پہ ہر دم التفات

دے رہی ہے آج تک خاکِ احد سب کو سلام
بے گماں ارفع ہے تیرا سب شہیدوں میں مقام

حافظ نور محمد انور

★

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا